سوانح کربلا
از قلم
خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدرالافاضل، بدرالاماثل، حضرۃ العلام مفتی
سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ

نام کتاب	*********	سوانح کربلا
مصنف	*********	سیّدمحمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	*********	فروری ۲۰۰۵ء
تعداد	*********	ایک ہزار
ناشر	*********	شبیر برادرز لاہور
کمپوزنگ	*********	ورڈز میکر
مطبع	*********	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
صفحات	*********	۱۲۸
ہدیہ	*********	40 روپے

تقسیم کار

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِیْ الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْفَضْلِ وَالْکَرَمِ وَالْعَطَآءِ وَالنِّعْمَۃِ وَالْاٰلَاءِ نَحْمَدُہٗ شَاکِرِیْنَ عَلَی النَّعْمَآءِ وَنَشْکُرُہٗ حَامِدِیْنَ بِالثَّنَآءِ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ فِیْ مَلَکُوْتِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَاَزْکٰی الصَّلٰوۃِ وَاَطْلَبُ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الطَّاھِرِیْنَ اِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ الْمُتَوَّجِ بِتِیْجَانِ الْاَصْطِفَآءِ وَالْاِجْتِبَآءِ الْمُتَرَدِّیْ بِرِدَءِ الشَّرَافَۃِ وَالْاِرْتَضَآءِ صَاحِبِ اللِّوَآءِ یَوْمَ الْجَزَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْبَرَرَۃِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِہٖ الرُّحَمَآءِ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَالْخُلَفَآءِ وَالشُّھَدَآءِ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ بِاَسْنَدِ الظُّلْمِ وَالْجَفَآءِ وَبَذَلُوْا اَنْفُسَھُمْ لِلّٰہِ بِاَتَمِّ الْاِخْلَاصِ وَالرِّضَآءِ وَخُصُوْصًا عَلٰی اِمَامِ اَھْلِ الْاِبْتَلَآءِ فِیْ الْکَرْبِ وَالْبَلَآءِ سَیِّدُ الشُّھَدَآءِ اِبْنِ الْبَتُوْلِ الزَّھْرَآءِ وَمَنْ کَانَ مَعَہٗ فِی الْکَرْبَلَآءِ اُوْلٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَخْلَصُوْا لِلّٰہِ حَارَبُوْا فِی اللّٰہِ وَتَقُوْا بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِعْتَصَمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ تَمَسَّکُوْا بِدِیْنِ اللّٰہِ نَالُوْا مِنَ اللّٰہِ رَحْمَۃً وَکَرَامَۃً وَعِزَّۃً وَشَرَافَۃً فَھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ اَحْیَآءٌ اٰمِنِیْنَ مِنَ الْھَلَاکِ وَالْفَنَآءِ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمْ مِنَ الْفَضْلِ وَالْعَطَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

ہر شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی ایمان میں داخل ہو اور بغیر اس کو مانے ہوئے آدمی مومن نہ ہو سکے۔ اس کی محبت تمام عالم سے زیادہ ضروری ہوگی۔ ماں باپ' اولاد' عزیز واقارب کے بھی انسان پر حقوق ہیں اور ان کا ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن ایک شخص اگر ان سب کو بھول جائے اور اس کے دل میں ایک شمہ بھر محبت والفت باقی نہ رہے اور ان سب سے محض بے تعلق ہو جائے تو اس کے ایمان میں کوئی خلل نہ آئے گا کیونکہ ایمان لانے میں ماں باپ عزیز و اقارب اولاد وغیرہ کا ماننا لازم وضروری نہ تھا۔ لیکن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے جب تک لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہوسکتا۔ تو اگر رشتہ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ٹوٹا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوا۔ کہ تصدیق رسالت بے محبت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے شرع مطہر نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہر شخص پر اس کے تمام خویش و اقارب اعزہ و احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:-

آیت ۱ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

ترجمہ:- "اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو۔ اگر وہ ایمان پر

کفر پسند کریں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کریں۔ وہی ظالم ہیں۔"

آیت ۲ : ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: "فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"

آیت ۳: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

ترجمہ: "اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے"

آیت ۴: وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: "اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ انہیں راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے"

آیت ۵: اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْىُ الْعَظِيْمُ ۔

ترجمہ: کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ و رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔ مومنین اور مومنات کی شان میں ارشاد فرمایا۔

آیت ٦ : وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

ترجمہ: اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہی ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے

آیت ۷: مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ

ترجمہ: ''مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری رکھیں''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آباؤ اجداد انبیاء و اولیاء اولاد عزیز اقارب دوست احباب مال و دولت مسکن وطن سب چیزوں کی محبت سے اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری و لازم ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد اللہ و رسول کے ساتھ رابطہ عقیدت و محبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں قرآن پاک میں اس مضمون کی صدہا آیتیں ہیں اب چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱) بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ترجمہ: ''حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو ہوں''

حدیث (۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ

(رواہ البخاری والمسلم عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں جس میں ہوں وہ لذت وشیرینی ایمان کی پالیتا ہے (۱) جس کو اللہ و رسول سارے عالم سے زیادہ

پیارے ہوں (۲) اور جو کسی بندے کو خاص اللہ کے لئے محبوب رکھتا ہو
(۳) اور جو کفر سے رہائی پانے اور مسلمان ہونے کے بعد کفر میں لوٹنے کو ایسا
برا جانتا ہو جیسا اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے"

حضور سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو محبوب رکھنا حضور کی محبت میں داخل ہے

قدرتی طور پر انسان جن سے محبت رکھتا ہے اس سے نسبت رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے بھی حضور کے وطن پاک کے رہنے والوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں۔

حدیث (۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (رواہ البیہقی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل عرب کو محبوب رکھو تین وجہ سے وہ یہ ہیں (۱) میں عربی ہوں (۲) قرآن عربی ہے اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

حدیث (۴) عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ یَدْخُلْ فِیْ شَفَاعَتِیْ وَلَمْ تَنَلْہُ مُوَدَّتِیْ

(رواہ الترمذی وضعفہ والضعاف فی مثل ھذا المقام مقبولۃ)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اہل عرب سے بغض و کدورت رکھی میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور میری مودت سے بھی فیض یاب نہ ہوگا۔

حدیث (۵) عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُبْغِضْنِیْ فَتُفَارِقُ دِیْنَکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اُبْغِضُکَ رَبُّکَ ھَدَانَا اللّٰہُ قَالَ تُبْغِضُ الْعَرَبَ فَتُبْغِضُنِیْ (رواہ ترمذی حسنہ)

ترجمہ: ”حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ کرنا کہ دین سے جدا ہو جائے گا میں نے عرض کیا کہ حضور سے کیسے بغض کر سکتا ہوں۔ حضور ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی فرمایا کہ عربوں سے بغض کرے تو ہم سے بغض کرتا ہے“

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے کی وجہ سے اہل عرب کے ساتھ محبت رکھنا مومن کے لئے لازم اور علامت ایمان ہے اور اگر کسی کے دل میں اہل عرب کی طرف سے کدورت ہو تو یہ اس کے ایمان کا ضعف اور محبت کی خامی ہے۔ اور اہل عرب تو حضور کے وطن پاک کے رہنے والے ہیں۔ حضور سے نسبت رکھنے والی ہر چیز مومن مخلص کے لئے قابل احترام اور محبوب دل ہے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور کی قدم گاہ کا ادب کرتے تھے چنانچہ منبر شریف کے جس درجہ پر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے خلیفہ اول نے ادباً اس پر بیٹھنے کی جرات نہ کی۔ اور خلیفہ دوم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر بھی بیٹھنے کی جرات نہ کی اور خلیفہ ثالث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشست گاہ پر بھی کبھی نہ بیٹھے (رواہ طبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما) اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آل واصحاب کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے ادب وتعظیم کو لازم جاننا کس قدر ضروری ہے اور یقیناً ان حضرات کی محبت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے اور حضور کی محبت ایمان۔

حدیث (۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا کہ میرے اصحاب کے حق میں خدا سے ڈرو خدا کا خوف کرو۔ انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اس لئے اس نے ان سے بغض رکھا، جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے بیشک اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفتار کرے۔"

مسلمان کو چاہیے کہ صحابہ کرام کا نہایت ادب رکھے اور دل میں ان کی عقیدت و محبت کو جگہ دے ان کی محبت حضور کی محبت ہے اور جو بدنصیب صحابہ کی شان میں بے ادبی کے ساتھ زبان کھولے وہ دشمن خدا اور رسول ہے مسلمان ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھے۔

حدیث (۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللهِ عَلٰى شَرِّكُمْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کی بدگوئی کرتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت۔

ان احادیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ اور مومن کے لئے ان کے ساتھ محبت اور اخلاص و ادب و تعظیم کا لازم ہونا اور ان کے بدگویوں سے دور رہنا ثابت ہوا اسی لئے اہل سنت کو جائز نہیں کہ شیعوں کی مجلس میں شرکت کریں۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے میل جول مومن خالص الاعتقاد کا کام نہیں۔ آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ نشست و برخاست اور بخوشی دلی بات کرنا گوارا نہیں کرتا تو دشمنان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسے گوارا کر سکتا ہے اصحاب کبار میں خلفاء راشدین یعنی ۱- حضرت ابوبکر صدیق و ۲- سیّدنا حضرت عمر فاروق۔ ۳- سیّدنا حضرت عثمان غنی۔ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ہے آپ کے آباؤ اجداد کے اسماء یہ ہیں۔ عبداللہ (ابوبکر صدیق) بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی' حضرت صدیق اکبر کا نسب حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک سے مرہ میں ملتا ہے۔ آپ کا لقب عتیق وصدیق ہے۔ ابویعلی نے اپنی مسند میں اور ابن سعد و حاکم نے ایک حدیث صحیح ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں مکان میں تھی اور اصحابِ کبار صحن میں تھے' میرے ان کے درمیان پردہ پڑا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو "عتیق من النار" کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ ابوبکر کو دیکھے اس روز سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب عتیق ہو گیا آپ کا ایک لقب صدیق ہے ابن اسحاق و حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں کہ صبح شب معراج سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوا۔ مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مشرکین پہنچے اور واقعہ معراج جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا تھا حضرت ابوبکر کو سنا کر کہنے لگے کہ اب حضور کی نسبت کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: لَقَدْ صَدَقَ اِنِّیْ لَاُصَدِّقُهٗ (حضور نے یقیناً سچ فرمایا' میں حضور کی تصدیق کرتا ہوں) اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہوا۔ حاکم نے مستدرک میں نزال بن اسبرہ سے باسناد جید روایت کی کہ ہم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ

---

(۱) یعنی آتش دوزخ سے آزاد ۱۲۔

عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے بزبان جبرئیل امین و بزبان سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق رکھا' وہ نماز میں حضور کے خلیفہ تھے' حضور نے انہیں ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لئے ان سے راضی ہیں۔ (یعنی خلافت پر) دار قطنی و حاکم نے ابو یحیٰی سے روایت کی کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ کتنی مرتبہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسر منبر پر یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر ابوبکر کا نام صدیق رکھا۔ طبرانی نے بسند جید صحیح حکیم بن سعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحلف فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے دو سال چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے یہی صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ہم بڑے ہیں یا تم انہوں نے عرض کیا کہ بڑے حضور ہیں' عمر میری زیادہ ہے' یہ روایت مرسل و غریب ہے اور واقعہ میں یہ گفتگو حضرت عباسؓ سے پیش آئی تھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ بسلسلہ تجارت باہر بھی تشریف لے جاتے تھے اپنی قوم میں بہت بڑے دولت مند اور صاحب مروت و احسان تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کے رئیس اور ان کی مجلس شوریٰ[1] کے رکن تھے۔ معاملہ فہمی و دانائی میں آپ شہرت رکھتے تھے اسلام کے بعد آپ بالکل اسی طرف مصروف ہو گئے اور سب باتوں سے دل ہٹ گیا زمانہ جاہلیت میں آپ کا چال چلن نہایت پاکیزہ اور افعال نہایت متین و شائستہ تھے۔ ابن عساکر نے ابو العالیہ رباحی سے نقل کیا ہے کہ مجمع اصحاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی

(۱) مجلس شوریٰ کی رکنیت ایک بڑا منصب تھا۔ عرب میں کوئی بادشاہ تو تھا نہیں تمام امور ایک کمیٹی کے متعلق تھے جس کے دس ممبر تھے کوئی جنگ کا' کوئی مالیات کا' کوئی کسی اور کام کا اور ہر ممبر اپنے محکمہ کی ولایت عامہ اور اختیار کامل رکھتا تھا ۱۲

ہے؟ فرمایا پناہ بخدا' اس پر کہا گیا' یہ کیوں؟ فرمایا میں اپنی مروت وآبرو کی حفاظت کرتا تھا اور شراب پینے والے کی مروت وآبرو برباد ہو جاتی ہے یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابوبکر نے سچ کہا۔

حضرت صدیق کا اسلام

محدثین کی جماعت کثیرہ اس پر زور دیتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ اسی طرح ابن سعد نے ابوروی دوسی سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی طبرانی معجم کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزاہد میں شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ صحابہ کرام میں اول الاسلام کون ہیں۔ فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں ہیں۔ اور ان میں آپ کے سب سے پہلے اسلام لانے کا ذکر ہے۔

ابونعیم نے فراط بن سائب سے ایک روایت کی ہے اس میں ہے کہ میں نے میمون بن مہران سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق پہلے اسلام لائے یا علی؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیرہ راہب کے زمانہ میں ایمان لائے اس وقت تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

صحابہ وتابعین وغیرہ ہم کی ایک جماعت کثیرہ اس کی قائل ہے کہ سب سے پہلے مومن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور بعضوں نے اس پر اجماع کیا ہے **ذَكَرَهُ الْعَلَّامَةُ الْجَلَالُ السُّيُوطِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ تَارِيْخِ الْخُلَفَاءِ** اگرچہ صحابہ کرام وتابعین وغیرہم کی کثیر جماعتوں نے اس پر زور دیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مومن ہیں مگر بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے پہلے

مومن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بعض نے یہ کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے ایمان سے مشروف ہوئیں۔ ان اقوال میں حضرت امام عالی مقام امام الائمۃ سراج الامتہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف با ایمان ہوئے اور عورتوں میں حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نوعمر صاحبزادوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خثیمہ نے بسند صحیح زید بن ارقم سے روایت کی کہ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابن اسحاق نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے ابوبکر کے اور کوئی ایسا شخص نہیں جو میری دعوت پر بے توقف و تامل ایمان لایا ہو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کے وقت سے دم آخر تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات صحبت سے فیض یاب رہے۔ اور سفر و حضر میں کہیں حضور سے جدا نہیں ہوئے اور سوائے اس حج و غزوہ کے جس کی حضور نے اجازت عطا فرمائی اور کوئی سفر حضور سے علیحدہ نہ کیا تمام مشاہد میں حضور کے ساتھ حاضر ہوئے حضور کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے عیال و اولاد کو خدا اور رسول کی محبت میں چھوڑ دیا۔ آپ جو دوسخا میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اسلام لانے کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے یہ سب اسلام کی حمایت میں خرچ فرمائے۔ بردوں کو آزاد کرانا' مسلمان اسیروں کو چھڑانا آپ کا ایک پیارا شغل تھا۔ بذل و کرم میں حاتم طائی کو آپ سے کچھ بھی نسبت نہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی شخص کا احسان نہ رہا' ہم نے سب کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ روز قیامت عطا فرمائے گا اور مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

(رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ)

زہے نصیب صدیق کے حضور انوار سلطانِ دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان

کی شان میں یہ کلمے ارشاد فرمائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں سب سے اعلم واز کی ہیں اس کا بارہا صحابہ کرام نے اعتراف فرمایا ہے قرات قرآن، علم انساب، علم تعبیر میں آپ فضلِ جلی رکھتے ہیں قرآن کریم کے حافظ ہیں۔

(ذکرہ النووی فی التہذیب)

افضلیت

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر ان کے بعد حضرت عثمان ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے بعد تمام عشرہ مبشرہ، ان کے بعد باقی اہل بدر، ان کے بعد باقی اہل احد، ان کے بعد باقی اہل بیت، پھر تمام صحابہ، یہ اجماع ابو منصور بغدادی نے نقل کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرمایا کہ ہم ابوبکر و عمر و عثمان و علی کو فضیلت دیتے تھے بحالیکہ سرور اکرم علیہ الصلوٰۃ السلام ہم میں تشریف فرما ہیں امام احمد وغیرہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اس امت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ذہبی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تبواتر منقول ہے ابن عساکر نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا، جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا تو میں اس کو مفتری کی سزا دوں گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بہت آیتیں اور بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن سے آپ کے فضائل جلیلہ معلوم ہوتے ہیں چند احادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تم میرے صاحب ہو حوض کوثر پر، اور تم

میرے صاحب ہو غار میں' ابن عساکر نے ایک حدیث نقل کی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نیکی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں حضرت صدیق نے عرض کیا کہ حضور ان میں سے، کوئی بھی مجھ میں ہے فرمایا تم میں وہ سب ہیں تمہیں مبارک ہو۔ انہیں ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سید و سردار ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' آپ نے فرمایا بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ میری محبت اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہ ہوگا۔

خلافت

بکثرت آیات و احادیث آپ کی خلافت کی طرف مشیر ہیں۔ ترمذی و حاکم نے حضرت حذیفہ سے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جو لوگ میرے بعد ہیں' ابوبکر و عمران وغیرہ کا اتباع کرو۔

ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک عورت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی کچھ دریافت کرتی تھی حضور نے اس سے فرمایا پھر آئے گی' عرض کی' اگر میں پھر حاضر ہوں اور حضور کو نہ پاؤں یعنی اس وقت حضور پردہ فرما چکیں' اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو جانا کیونکہ میرے بعد وہی میرے خلیفہ ہیں۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور

اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مریض ہوئے اور مرض نے غلبہ کیا تو فرمایا کہ ابوبکر کو حکم کرو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نرم دل آدمی ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ فرمایا، حکم دو ابوبکر کو نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ نے پھر وہی عذر پیش کیا حضور نے پھر یہی حکم بتاکید فرمایا اور حضرت ابوبکر نے حضور کی حیات مبارک میں نماز پڑھائی۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ حضرت عائشہ و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و عبداللہ بن زمعہ ابن سعید و علی بن ابی طالب و حفصہ وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر بہت واضح دلالت ہے کہ حضرت صدیق مطلقاً تمام صحابہ سے افضل اور خلافت و امامت کے لئے سب سے احق و اولیٰ ہیں۔

اشعری کا قول ہے کہ حضور نے صدیق کو امامت کا حکم دیا جبکہ انصار و مہاجرین حاضر تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو سب میں اقراء ہو اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت صدیق تمام صحابہ میں سب سے اقراء اور قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم تھے اسی لئے صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احق بالخلافہ ہونے کا استدلال کیا ہے ان استدلال کرنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت علی بھی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ایک جماعت علماء نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت آیات قرآنیہ سے مستنبط کی ہے۔ وقد ذکرھا الشیخ جلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی تاریخہ علاوہ بریں اس خلافت راشدہ پر جمیع صحابہ اور تمام امت کا اجماع ہے لہٰذا اس خلافت کا منکر شرع کا مخالف اور گمراہ بد دین ہے۔ حضرت صدیق کا زمانہ خلافت مسلمانوں کے لئے ظل رحمت ثابت ہوا۔ اور دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطرات عظیمہ اور ہولناک اندیشے پیش آ گئے تھے وہ حضرت صدیق کی رائے صائب تدبیر صحیح اور کامل دین داری و زبردست اتباع سنت کی برکت سے دفع ہوئے اور استحکام حاصل ہوا کہ کفار و منافقین لرزنے لگے اور ضعیف الایمان لوگ پختہ مومن بن گئے آپ کی

خلافت راشدہ کا عہد اگرچہ بہت تھوڑا اور زمانہ نہایت قلیل ہے لیکن اس سے اسلام کو ایسی عظیم الشان تائیدیں اور قوتیں حاصل ہوئیں کہ کسی زبردست حکومت کے طویل زمانہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی۔

آپ کے عہد مبارک کے چند اہم واقعات یہ ہیں کہ آپ نے جیش اسامہ کی تنفیذ کی جس کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب مقام ذی خشب ہی میں تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم سے پردہ فرمایا یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے صحابہ کرام نے مجتمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیں اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں مدینہ کے گرد تو عرب کے طوائف کثیرہ مرتد ہو گئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے اسلام کے لئے یہ نازک ترین وقت تھا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آ گیا ضعیف الایمان دین سے پھر گئے مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شکستہ دل اور بے تاب و ناتواں ہو رہے تھے جس کا مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کو نظم قائم کرنا' دین کا سنبھالنا' مسلمانوں کی حفاظت کرنا' ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا باوجود اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارکہ کے خلاف جرات کرنا' صدیق سراپا صدق کا رابطہ نیازمندی گوارا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اس پر صحابہ کا اصرار کہ لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اسامہ کا لوٹ آنا اور حضرت صدیق سے عرض کرنا کہ قبائل عرب آمادہ جنگ اور درپئے تخریب اسلام ہیں اور کار آزما بہادر میرے لشکر میں ہیں انہیں اس وقت روم

پر بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاور مردان جنگ سے خالی کر لینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ یہ حضرت صدیق کے لئے اور مشکلات تھیں۔ صحابہ کرام نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت صدیق کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہر گز مستقل نہ رہتا اور مصائب وافکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت مبہوت کر ڈالتی مگر اللہ اکبر حضرت صدیق کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال میں ایک شمہ فرق نہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پرند میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور انور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضی مبارک میں اپنے رائے کو دخل دینا اور حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا ہر گز گوارا نہیں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایسی حالت میں آپ نے لشکر روانہ فرمادیا۔

اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت ولیاقت اور کمال دلیری و جوانمردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قدرت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت و جانشینی کی اصلی قابلیت واہلیت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔ اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کے لئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سطوت وشوکت باقی نہ رہے گی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اسلام کا لشکر رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگیا۔ اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے انہوں نے سمجھ لیا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لئے ایسا زبردست نظم فرمادیا ہے جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہوسکتا اور وہ ایسے غم واندوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کے سامنے اقوام عالم کو سرنگوں کرنے کے لئے ایک مشہور و زبردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں کوئی قوت باقی نہ رہے گی بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے فضل الٰہی سے یہ لشکر ظفر پیکر فتح یاب ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت ہوئی جب یہ

فاتح لشکر واپس آیا تو وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر صدق کے ساتھ قائم ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور صدیق کی رائے مبارک کے صائب اور ان کے علم کی وسعت کے معترف ہوئے۔

اسی خلافت مبارک کا ایک واقعہ مانعین زکوٰۃ کے ساتھ عزم قتال ہے جس کا مختصر حال یہ ہے جب حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مدینہ طیبہ کے حوالی و اطراف میں مشہور ہوئی تو عرب کے بہت سے گروہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے وقت کی نزاکت، اسلام کی نوعمری، دشمنوں کی قوت، مسلمانوں کی پریشانی، پراگندی خاطرہ کا لحاظ فرما کر مشورہ دیا کہ اس وقت جنگ کے لئے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ارادہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور آپ نے فرمایا تبسم بخدا جو لوگ زمانہ اقدس میں ایک تسمہ کی قیمت بھی ادا کرتے تھے اگر آج انکار کریں گے تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا۔ آخر کار آپ قتال کے لئے اٹھے اور مہاجرین و انصار کو ساتھ لیا اور اعراب اپنی ذرتیوں کو لے کر بھاگے۔ پھر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی اور صحابہ نے خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحت تدبیر اور اصابت رائے کا اظہار کیا اور کہا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کا سینہ کھول دیا جو انہوں نے کیا حق تھا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت کمزوری دکھائی جاتی تو ہر قوم اور ہر قبیلہ کو احکام اسلام کی بے حرمتی اور ان کی مخالفت کی جرات ہوتی اور دین حق کا نظم باقی نہ رہتا یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت میں سستی کرے گی جلد تباہ ہو جائے گی آج کل کے سادہ لوح فرق باطلہ کے رد کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس وقت

آپس کی جنگ موقوف کرو۔ انہیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طریق عمل سے سبق لینا چاہیے کہ آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سرشکنی میں توقف نہ فرمایا جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان سے غفلت کرنا یقیناً اسلام کی نقصان رسانی ہے۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر لے کر یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے قتال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں طرف سے لشکر مقابل ہوئے چند روز جنگ رہی آخرالامر مسیلمہ کذاب وحشی (قاتل حضرت امیر حمزہ) کے ہاتھ سے مارا گیا مسیلمہ کی عمر قتل کے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علاء ابن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے جواثی میں ان سے مقابلہ ہوا اور بہ کرمہ تعالیٰ مسلمان فتح یاب ہوئے عمان میں بھی لوگ مرتد ہو گئے تھے وہاں عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ فرمایا۔ بحرہ کے مرتدین پر مہاجرین ابی امیہ کو بھیجا۔ مرتدین کی ایک اور جماعت پر زیاد بن لبید انصاری کو روانہ کیا اسی سال مرتدین کے قتال سے فارغ ہو کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرزمین بصرہ کی طرف روانہ کیا آپ نے اہل ایلہ پر جہاد کیا اور ایلہ فتح ہوا اور کسریٰ کے شہر جو عراق میں تھے فتح ہوئے اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص اور اسلامی لشکروں کو شام کی طرف بھیجا۔ اور جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں واقعہ اجنادین پیش آیا اور بفضلہٖ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس سال واقع مروج الصفر ہوا اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے تھوڑے سے زمانہ میں شب و روز کی پیہم سعی سے بدخواہان اسلام کے حوصلے پست کر دیئے اور ارتداد کا سیلاب روک دیا۔ کفار کے قلوب میں اسلام کا وقار راسخ ہو گیا اور مسلمانوں کی شوکت و اقبال کے پھریرے عرب و عجم بحر و بر میں اڑنے لگے۔

آپ قرآن کریم کے پہلے جامع ہیں اور آپ کے عہد مبارک کا زرین کارنامہ ہے

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جہادوں میں وہ صحابہ کرام جو حافظ قرآن تھے شہید ہونے لگے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر تھوڑے زمانہ بعد حفاظ باقی نہ رہے تو قرآن پاک مسلمانوں کو کہاں سے میسر آئے گا یہ خیال فرما کہ آپ نے صحابہ کو جمع قرآن کا حکم دیا اور مصاحف مرتب ہوئے۔

وفات

آپ کی وفات کا اصلی سبب حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہے جس کا صدمہ دم آخر تک آپ کے قلب مبارک سے کم نہ ہوا۔ اور اس روز سے برابر آپ کا جسم شریف گھلتا اور دبلا ہوتا گیا ۷ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری بروز دوشنبہ کو آپ نے غسل فرمایا' دن سرد تھا' بخار آ گیا' صحابہ عیادت کے لئے آئے عرض کرنے لگے اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت ہو تو ہم طبیب کو بلا لائیں جو آپ کو دیکھے فرمایا کہ طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا انہوں نے دریافت کیا کہ پھر طبیب نے کیا کہا۔ فرمایا کہ اس نے فرمایا اِنِّیْ فَعَّالٌ لِمَا اُرِیْدُ یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ حکیم اللہ تعالیٰ ہے اس کی مرضی کو کوئی ٹال نہیں سکتا جو مشیت ہے ضرور ہو گا۔ یہ حضرت کا توکل صادق تھا اور رضا نے حق پر راضی تھے۔ اسی بیماری میں آپ نے عبدالرحمان' علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا اور پندرہ روز کی علالت کے بعد ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ شب سہ شنبہ کو تریسٹھ سال کی عمر میں اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ اپنی وصیت کے مطابق پہلوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدفون ہوئے آپ نے دو سال سات ماہ کے قریب خلافت کی آپ کی وفات سے مدینہ طیبہ میں ایک شور برپا ہو گیا آپ کے والد ابو قحافہ نے جن کی عمر اس وقت ستانویں برس کی تھی' دریافت کیا کہ یہ

کیسا غوغا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند نے رحلت فرمائی کہا بڑی مصیبت ہے ان کے بعد خلافت کون انجام دے گا؟ کہا گیا حضرت عمرؓ آپ کی وفات سے چھ ماہ بعد آپ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی رحلت فرمائی۔ کیا خوش نصیب ہیں۔ خود صحابیؓ والد صحابیؓ بیٹے صحابیؓ پوتے صحابی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوعنہ۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

خلیفہ دوم

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد فضل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجداد کے اسماء یہ ہیں۔

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیز بن رماح بن قرط رزاخ بن عدی بن کعب بن لوئی۔

آپ عام فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے (نووی) آپ اشراف قریش میں سے ہیں زمانہ جاہلیت میں منصب سفارت آپ کی طرف مفوض تھا۔ آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے آپ قدیم الاسلام ہیں۔ چالیس مردوں' گیارہ عورتوں یا ۴۵ مردوں گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام کی قوت وشوکت زیادہ ہوئی مسلمان نہایت مسرور ہوئے۔ آپ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ بالجنتہ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام کے کبار علماء زہاد میں آپ کا ممتاز مرتبہ ہے ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے تھے کہ یا رب عمر بن خطاب اور ابی جہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَةً یارب ''اسلام کو خاص عمر بن خطاب کے ساتھ غلبہ وقوت عطا فرما۔'' حضور کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال ۲۷ برس کی عمر میں مشرف با سلام ہوئے۔

ابو یعلیٰ و حاکم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر نکلے راہ میں آپ کو قبیلہ بنی زہرہ کا ایک شخص ملا کہنے لگا کہاں کا ارادہ ہے۔ آپ نے کہا میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں اس نے کہا کہ میرے خیال میں تو بھی دین سے پھر گیا۔ اس نے کہا میں آپ کو اس سے عجیب تر بتاتا ہوں' آپ کی بہن اور بہنوئی دونوں نے آپ کا دین ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس پہنچے وہاں حضرت خباب تھے اور وہ لوگ سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے جب انہوں نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو مکان میں چھپ گئے حضرت عمر نے مکان میں داخل ہو کر کہا' تم کیا کہہ رہے ہو۔ کہا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے حضرت عمر کہنے لگے شاید تم لوگ بے دین ہو گئے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا اے عمر! اگر تمہارے دین کے سوا کسی اور دین میں حق ہو اتنا کلمہ سنتے ہی حضرت عمر ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور انہیں بہت مارا۔ انہیں بچانے کے لئے آپ کی بہن آئیں انہیں بھی مارا حتیٰ کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا انہوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تیرے دین میں حق نہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے' میں اسے پڑھوں۔ ہمشیرہ صاحبہ نے فرمایا کہ تم ناپاک ہو اور اس کو پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ اٹھو غسل کرو یا وضو کرو آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور کتاب پاک لے کر پڑھا طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى یہاں تک کہ آپ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ تک پہنچے تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے (حضور پر نور) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو یہ سن کر حضرت خباب باہر نکلے اور انہوں نے کہا مبارک ہو اے عمر! میں امید کرتا ہوں کہ تم ہی دعائے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ پنجشنبہ کو حضور نے دعا فرمائی تھی یا رب اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام سے قوت عطا فرما۔ حضرت عمر اس مکان پر

آئے جس میں حضور تشریف فرماتھے دروازے پر حضرت حمزہ وطلحہ اور دوسرے لوگ تھے حضرت حمزہ نے فرمایا یہ عمر ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہو تو ایمان لائیں ورنہ ہمیں ان کا قتل کرنا سہل ہے۔ حضور پر نور پر اس وقت وحی آ رہی تھی حضور باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کے کپڑے اور تلوار کی حمائل پکڑ کر فرمایا اے عمر! تو باز نہیں آتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر وہ عذاب اور رسوائی نازل فرمائے جو ولید ابن مغیرہ پر نازل فرمائی۔ حضرت عمر نے عرض کیا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے قرآن شریف پڑھا اسی وقت اس کی عظمت میرے دل میں اثر کر گئی اور میں نے کہا کہ بدنصیب قریش ایسی پاکیزہ کتاب سے بھاگتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ با اجازت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ پہلا دن تھا کہ مسلمان اس اعلان اور شوکت کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے کفار قریش دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے اور انہیں نہایت صدمہ تھا آج اس ظہور اسلام اور حق و باطل میں فرق و امتیاز ہو جانے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

ابن ماجہ و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ حضرت جبرئیل بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ آسمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خوشیاں منا رہے ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میں جہاں تک جانتا ہوں جس کسی نے بھی ہجرت کی چھپ کر ہی کی بجز حضرت عمر بن خطاب کے آپ کی ہجرت کی یہ شان تھی کہ مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں آئے۔ کفار کے سردار وہاں موجود تھے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعتیں ادا کیں پھر قریش کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور للکار کر فرمایا

کہ جو اس کے لئے تیار ہو کہ اس کی ماں اسے روئے اور اس کی اولاد یتیم ہو۔ بیوی رانڈ ہو وہ میدان میں میرے مقابل آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ کلمات سن کر ایک سناٹا چھا گیا۔ کفار میں سے کوئی جنبش نہ کر سکا۔

آپ کی فضیلت میں بہت کثرت سے حدیثیں وارد ہوئیں اور ان میں بڑی جلیل فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ترمذی و حاکم کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ممکن ہوتا حضرت عمر بن خطاب ہوتے رضی اللہ عنہ۔ اس سے جلالت و منزلت و رفعت درجت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ظاہر ہے۔ ابن عساکر کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس نے حضرت عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا' اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محبوب رکھا۔ اس نے مجھے محبوب رکھا۔

طبرانی و حاکم نے روایت کی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم میزان کے ایک پلے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام زندہ لوگوں کے علوم ایک پلہ میں تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ان سب کے علوم سے زیادہ وزنی ہوگا۔ ابو اسامہ نے کہا جانتے ہو ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کون ہیں یہ اسلام کے پدر و مادر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

کرامات

آپ کی کرامات بہت ہیں ان میں سے چند مشہور کرامتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

بیہقی و ابونعیم وغیرہ محدثین نے بطریق معتبر روایت کیا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اثنا‌ءِ خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل حاضرین متحیر و متعجب ہوئے کہ اثناءِ خطبہ میں یہ کلام ہے۔ بعد کو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ نے خطبہ فرماتے فرماتے یہ کیا کلمہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ لشکر اسلام جو ملک عجم میں مقام نہاوند میں کفار کے ساتھ مصروف پیکار ہے۔ میں نے دیکھا کہ کفار اس کو دونوں طرف سے گھیر کر مارنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں میں نے پکار کر کہہ دیا کہ اے ساریہ جبل یعنی پہاڑ کی آڑ لو۔ یہ سن کر لوگ منتظر رہے کہ لشکر سے کوئی خبر آئے تو تفصیلی حال دریافت ہو۔ کچھ عرصے کے بعد ساریہ کا قاصد خط لے کر آیا اس میں تحریر تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے مقابلہ ہو رہا تھا خاص نماز جمعہ کے وقت ہم نے سنا یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل یہ سن کر ہم پہاڑ سے مل گئے اور ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ دشمن کو ہزیمت ہوئی۔

سبحان اللہ خلیفہ اسلام کی نظر مدینہ طیبہ سے نہاوند میں لشکر کا ملاحظہ فرمائے اور یہاں سے ندا کرے تو لشکر کو اپنی آواز سنائے نہ کوئی دوربین ہے نہ ٹیلی فون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی کا صدقہ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

ابو القاسم نے اپنے فوائد میں روایت کی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا کہنے لگا میرا نام جمرہ (اخگر) ہے فرمایا کس کا بیٹا؟ کہا ابن شہاب۔ (آتش پارہ) کا فرمایا کن لوگوں میں سے ہے کہا حرقہ (سوزش) میں سے فرمایا تیرا وطن کہاں ہے کہا' حرہ (تپش) فرمایا اس کے کس مقام پر' کہا ذات لظی (شعلہ دار) میں' فرمایا' اپنے گھر والوں کی خبر لے سب جل گئے' لوٹ کر گھر آیا تو سارا کنبہ جلا پایا۔

ابو الشیخ نے کتاب العصنۃ میں روایت کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ایک روز اہل مصر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر ہمارے دریائے نیل کی ایک رسم ہے جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا۔ انہوں نے دریافت کیا' کیا' اس مہینے کی گیارہ تاریخ کو ہم ایک کنواری لڑکی کو اس کے والدین سے لے کر عمدہ لباس اور نفیس زیور سے سجا کر دریائے نیل میں ڈالتے ہیں حضرت عمرو

بن عاص نے کہا کہ اسلام میں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور اسلام پرانی واہیات رسموں کو مٹاتا ہے پس وہ رسم موقوف رکھی گئی اور دریا کی روانی کم ہوتی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تمام واقعہ لکھ کر بھیجا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا' تم نے ٹھیک کیا' بیشک اسلام ایسی رسموں کو مٹاتا ہے میرے اس خط میں ایک رقعہ ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا عمرو بن عاص کے پاس جب امیر المومنین کا خط پہنچا اور انہوں نے وہ رقعہ اس خط میں سے نکالا تو اس میں لکھا تھا:

از جانب بندہ خدا عمر امیر المومنین بسوئے نیل مصر' بعد از حمد وصلوٰۃ آنکہ: اگر تو خود جاری ہے تو نہ جاری ہو اور اگر اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے درخواست کرتا ہوں کہ تجھے جاری فرمادے۔

عمرو بن عاص نے یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالا' ایک شب میں سولہ سو گز پانی بڑھ گیا اور بھینٹ چڑھانے کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہوگئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ نو یا گیارہ لقموں سے زیادہ طعام ملاحظہ نہ فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قمیص مبارک میں دو شانوں کے درمیان چار پیوند لگے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شام کے ممالک جب فتح ہوئے اور آپ نے ان ممالک کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور وہاں کے امراء وعظماء آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ اس موقع پر آپ اپنے شتر پر سوار تھے آپ کے خواص وخدام نے عرض کیا اے امیر المومنین! شام کے اکابر واشراف حضور کی ملاقات کے لئے آرہے ہیں مناسب ہوگا کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ آپ کی شوکت وہیبت ان کے دلوں میں جاگزین ہو فرمایا اس خیال میں نہ رہیے کام بنانے والا اور ہی ہے۔ سبحان اللہ۔

ایک مرتبہ قیصر روم کا قاصد مدینہ طیبہ میں آیا اور امیر المومنین کو تلاش کرتا تھا تاکہ

بادشاہ کا پیام آپ کی خدمت میں عرض کرے لوگوں نے بتایا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں۔ مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک صاحب موٹے پیوند زدہ کپڑے پہنے ایک اینٹ پر سر رکھے لیٹے ہیں۔ یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المومنین کا پتہ دریافت کرنے لگا کہا گیا مسجد میں تشریف فرما ہیں، کہنے لگا مسجد میں تو سوائے ایک دلق پوش کے کوئی نہیں۔ صحابہ نے کہا وہی دلق پوش ہمارا امیر خلیفہ ہے ؎

بردر میکدہ رندان قلندر باشند
کہ ستانند و دہندا افسر شاہنشاہی
خشت زیر سرو بر تارک ہفت اختر پائے
دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

قیصر کا قاصد پھر مسجد میں آیا اور غور سے امیر المومنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا دل میں محبت و ہیبت پیدا ہوئی اور آپ کی حقانیت کا پرتو اس کے دل میں جلوہ گر ہوا۔

مہرو ہیبت ہست ضدیک دگر	ایں دو ضدرا جمع دید اندرجگر
گفت باخود من شہاں رادیدہ ام	گرد سلطاں راہمہ گردیدہ ام
ازشہانم ہیبت و ترسے نبود	ہیبت ایں مرد ہوشم در زبود
رفتہ ام در بیشۂ دشیر و پلنگ	روئے من زایشاں نگرد انند رنگ
بس شدم اندر مصاف کا رزار	ہمچو شیراں دم کہ باشد کا رزار
بسکہ خوردم بس زدم زخم گراں	دل قوی تربودہ ام ازدیگراں
بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں	من بہفت ،ندام لرزاں ایں چنیں

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا آپ جب بعزم حج مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے آمد و رفت میں امراء خلفاء کی طرح آپ کے لئے خیمہ نصب نہ کیا گیا' راہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور

بستر کسی درخت پر ڈال کر سایہ کر لیتے۔ ایک روز بر سر منبر موعظت فرما رہے تھے مہر کا مسئلہ زیر بحث آیا آپ نے فرمایا مہر گراں نہ کئے جائیں اور چالیس اوقیہ سے مہر زیادہ مقرر نہ کیا جائے ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کا مہر چالیس اوقیہ سے زیادہ نہ فرمایا لہٰذا جو کوئی آج کی تاریخ سے اس سے زیادہ مہر مقرر کرے گا وہ زیادتی بیت المال میں داخل کر لی جائے گی۔ ایک ضعیفہ عورتوں کی صف سے اٹھی اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین ایسا کہنا آپ کے منصب عالی کے لائق نہیں مہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق کیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اس کا کوئی جزو اس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا وَّلَا تَاْخُذُ مِنْهُ شَیْئًا آپ نے فوراً بے دریغ داد انصاف دی اور فرمایا اِمْرَاَةٌ اَصَابَتْ وَرَجُلٌ اَخْطَا عورت ٹھیک پہنچی اور مرد نے خطا کی پھر منبر پر اعلان فرمایا کہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو چاہو مہر مقرر کرو اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ کُلُّ اِنْسَانٍ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ یا رب میری مغفرت فرما ہر شخص عمر سے زیادہ دانا ہے۔ سبحان اللہ زہے عدل و داد زہی عجز و انکسار۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں مسند آرائے سریر خلافت ہوئے دس سال چند ماہ امور خلافت کو انجام دیا اس دس سالہ خلافت کے ایام نے سلاطین عالم کو متحیر کر دیا ہے زمین عدل و داد سے بھر گئی دنیا میں راستی و دیانت داری کا سکہ رائج ہوا۔ مخلوق خدا کے دلوں میں حق پرستی و پاکبازی کا جذبہ پیدا ہوا۔ اسلام کے برکات سے عالم فیض یاب ہوا۔ فتوحات اس کثرت سے ہوئیں کہ آج تک ملک و سلطنت کے والی سپاہ و لشکر کے مالک حیرت میں ہیں۔ آپ کے لشکروں نے جس طرف قدم اٹھایا فتح و ظفر قدوم چومتی گئی۔ بڑے بڑے فریدوں اور نوشیرواں کے تاج قدموں میں روندے گئے ممالک و بلاد اس کثرت سے قبضہ میں آئے کہ ان کی فہرست لکھی جائے

تو صفحے کے صفحے بھر جائیں رعب و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ بہادروں کے زہرے نام سن کر پانی ہوتے تھے۔ جنگ جویاں صاحب ہنر کانپتے اور تھراتے تھے قاہر سلطنتیں خوف سے لرزتی تھیں۔ بایں ہمہ فرد اقبال و رعب وسطوت آپ کی درویشانہ زندگی میں کوئی فرق نہ آیا رات دن خوف خدا میں روتے روتے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے آپ ہی کے عہد میں سنہ ہجری مقرر ہوا۔ آپ ہی نے دفتر و دیوان کی بنیاد ڈالی۔ آپ ہی نے بیت المال بنایا۔ آپ ہی نے تمام بلاد و امصار میں تراویح کی جماعتیں قائم فرمائیں آپ ہی نے شب کے پہرہ دار مقرر کئے جورات کو پہرہ دیتے تھے یہ سب آپ کی خصوصیات ہیں۔ آپ سے پہلے ان میں سے کوئی بات نہ تھی۔

ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کی کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مسجدوں پر گزرے جن پر قندیلیں روشن تھیں انہیں دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی قبر کو روشن فرمائے جنہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی آپ ہی نے یہود کو حجاز سے نکالا۔ آپ کے کرامات اور فضائل بہت زیادہ ہیں اور آپ کی شان میں بہت احادیث وارد ہیں۔ ذی الحجہ ۲۳ھ میں آپ ابولولو مجوسی کے ہاتھ سے مسجد میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخم کھانے کے بعد آپ نے فرمایا کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اور فرمایا اللہ کی تعریف جس نے میری موت کسی مدعی اسلام کے ہاتھ پر نہ رکھی۔ بعد وفات شریف با اجازت حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب روضہ قدسیہ کے اندر پہلوئے صدیق میں مدفون ہوئے اور آپ نے امر خلافت کو شوریٰ پر چھوڑا۔ وفات شریف کے وقت ارجح اقوال پر آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ آپ کی مہر کا نقش تھا' کفی بالموت واعظا۔

خلیفہ سوم

سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

آپ کا نسب نامہ عثمان بن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ابن قصیٰ بن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوئی ابن غالب ۔آپ کی ولادت عام فیل سے چھٹے سال ہوئی ۔آپ قدیم الاسلام ہیں۔ اور آپ کو اسلام کی دعوت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی۔ آپ نے دونوں ہجرتیں فرمائیں پہلے حبشہ کی طرف دوسرے مدینہ طیبہ کی طرف ۔آپ کے نکاح میں حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاجبزادیاں آئیں۔ پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ان کے ساتھ نبوت سے قبل نکاح ہوا اور انہوں نے غزوۂ بدر کے زمانے میں وفات پائی اور انہیں کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجازت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رہ گئے ۔حضور نے ان کا سہم واجر بحال رکھا اور اسی وجہ سے وہ بدریوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس روز بدر میں مسلمانوں کو فتح پانے کی خبر مدینہ طیبہ میں پہنچی اسی دن حضرت رقیہ کو دفن کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاجبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا جن کی وفات ۹ ہجری میں ہوئی ۔علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاجبزادیاں آئی ہوں اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ سابقین اولین اور اول مہاجرین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔اور ان صحابہ میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن کی عزت عطا فرمائی ۔

حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین پکارا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ اردیٰ بنت کریز ابن ربیعہ ابن خبیب بن عبد شمس ہیں۔ اور آپ کی نانی ام حکیم بیضاء بنت المطلب ابن ہاشم ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے والد ماجد کی توامہ یعنی ان کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن ہیں۔ حضرت عثمان غنی کی والدہ حضور کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ آپ بہت حسین وجمیل خوبرو تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ان کے چچا حکیم ابن ابی العاص ابن امیہ نے پکڑ کر باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرتے ہو۔ بخدا میں تم کو نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس دنیا کو نہ چھوڑو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' خدا کی قسم میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اور اس سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ حکیم نے آپ کا یہ زبردست واستقلال دیکھ کر چھوڑ دیا وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس مبارک کو خوب درست فرماتے اور ارشاد فرماتے میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے ملائکہ شرماتے ہیں۔

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خباب سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضور اقدس جیش عسرت کے لئے ترغیب فرما رہے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو اونٹ مع بار راہ خدا میں پیش کروں گا حضور نے پھر لوگوں کو ترغیب فرمائی پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا' میں دوسو اونٹ مع سامان حاضر کروں گا پھر حضور نے ترغیب فرمائی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تین سو اونٹ مع ان کے تمام اسباب کے ساتھ پیش خدمت کروں گا اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر سے نزول فرمایا اور یہ فرمایا کہ اس کے بعد عثمان پر نہیں جو کچھ کرتے مراد

یہ تھی کہ یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں۔ جب بھی یہ ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشہ مضر نہیں ہے۔

ان کلمات مبارکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ بیعت کے وقت یہ فرما کر عثمان اللہ اور رسول کے کام میں ہیں۔ اپنے ہی ایک دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دست اقدس میں لے لیا بیعت کی یہ شان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیاز و قرب خاص کا اظہار کرتی ہے آپ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری عہد میں ایک جماعت مقرر فرما دی تھی جس کے ارکان یہ حضرات تھے۔ حضرت عثمان غنی حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان غنی سے خلوت میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ کی رائے کس کے لئے ہے فرمایا، حضرت علی کے لئے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا آپ نے حضرت عثمان غنی کا نام لیا۔ پھر اسی طرح حضرت زبیر سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا علی یا عثمان، پھر سعد سے کہا کہ تم تو خلاف چاہتے نہیں اب بتاؤ رائے کس کے حق میں ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر عبدالرحمٰن نے اعیان سے مشورہ لیا۔ کثرت رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین کے حق میں ہوئی اور آپ باتفاق مسلمین خلیفہ ہوئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے تین روز بعد آپ کے دست حق پر بیعت کی گئی۔

آپ کے عہد مبارک میں رے اور روم کے کئی قلعے اور سابور اور ارجان اور دار بجرد اور افریقہ اور اندلس، قبرص، جور اور خراسان کے بلادِ کثیر اور نیشاپور اور طوس، اور سرخس اور

مرو اور بیہق فتح ہوئے۔

۲۶ھ میں آپ نے مسجد حرام (کعبہ مقدسہ) کی توسیع فرمائی اور ۲۹ھ میں مسجد مدینہ طیبہ کی توسیع کی اور حجارۂ منقوشہ سے بنایا پتھر کے ستون قائم کئے۔ سال کی چھت بنائی طول (۱۶۰) گز اور عرض (۱۵۰) گز کیا۔ بارہ سال امورِ خلافت کا سرانجام فرما کر ۳۵ھ میں شہادت پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب باغیوں نے آپ کے محل کو گھیر لیا اس وقت آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے عرض کیا گیا اور قوت آپ کی زیادہ تھی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا عرض کیا گیا کہ مکہ مکرمہ یا اور کسی مقام پر تشریف لے جائیں، یہ بھی منظور نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چھوڑنے کی تاب نہیں رکھتا جس روز سے آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس روز سے دم آخر تک اپنا داہنا ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہ لگایا۔ کیونکہ یہ ہاتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں دیا گیا تھا۔ روز اسلام سے روز وفات تک کوئی جمعہ ایسا نہ گزرا کہ آپ نے کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو اگر کبھی جمعہ کو آپ کے پاس کوئی بردہ نہ ہوا تو بعد جمعہ کے آزاد کر دیا۔

آپ کی شہادت

آپ کی شہادت ایام تشریق میں ہوئی اور آپ شنبہ کی شب میں مغرب وعشاء کے درمیان بقیع شریف میں مدفون ہوئے آپ کی عمر بیاسی سال کی ہوئی۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور انہوں نے آپ کو دفن کیا۔ اور یہی آپ کی وصیت تھی۔

ابن عساکر یزید بن حبیب نے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یورش کرنے والوں میں سے اکثر لوگ مجنوں و دیوانہ ہو گئے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید کیا جانا ہے اور آخر فتن دجال کا خروج۔ غرض صحابہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

نے ایک عجیب ہیجان پیدا کر دیا۔ اور وہ اس سے خائف ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ اب فتنوں کا دروازہ کھلا اور دین میں رخنے پیدا ہونے شروع ہوئے۔ حضرت سمورہ فرماتے ہیں کہ اسلام ایک محکم قلعہ میں محفوظ تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اسلام میں پہلا رخنہ ہے اور ایسا رخنہ جس کا انسداد قیامت تک نہ ہوگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت علی مرتضیٰ وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا یارب میں تیرے حضور میں خون عثمان سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے روز میرا طائرِ عقل پرواز کر گیا تھا۔ لوگ میرے پاس بیعت کو آئے تو میں نے کہا کہ بخدا میں ایسی قوم کی بیعت کرنے سے شرماتا ہوں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے پہلے بیعت میں مصروف ہوں لوگ پھر گئے۔ لوٹ کر آئے پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی تو میں نے کہا' یارب میں اس سے خائف ہوں جو حضرت عثمان پر پیش آیا۔ پھر ارادۂ الٰہی غالب آیا اور مجھے بیعت لینا پڑی۔ لوگوں نے جب مجھ سے کہا یا امیر المومنین تو یہ کلمہ سن کر میرے دل میں چوٹ لگی اس وقت حضرت مولا علی مرتضیٰ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے اور اپنی نسبت یہ کلمہ سننا باعث ملال خاطر ہوا۔ اس سے اس محبت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس ہنگامے کو روکنے کے لئے پوری کوشش فرمائی اور اپنے دونوں صاحبزادوں سیّدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تلواریں لے کر حفاظت کے لئے بھیج دیا تھا لیکن جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اور جس کی خبریں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھیں اس کو کون رفع کر سکتا ہے۔

خلیفۂ چہارم
سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا نام علیؓ کنیت ابوالحسن ابو تراب ہے۔آپ کے والد حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب ہیں۔ آپ نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اسلام لانے کے وقت آپ کی عمر شریف کیا تھی اس میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول میں آپ کی عمر پندرہ سال کی ایک میں سولہ کی ایک میں آٹھ کی ایک میں دس کی اگرچہ عمر کے باپ میں چند قول ہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ ابتدائے عمر میں بلوغ کے متصل ہی آپ دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی جس طرح کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بت پرستی کے ساتھ ملوث نہ ہوئے آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا اور علاوہ چچا زاد ہونے کے آپ کو حضور اکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عزت مواخات بھی ہے۔ اور سیّدہ نساء عالمین خاتون جنت حضرت بتول زہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا عقد ہوا۔آپ سابقین اولین اور علماء ربانیین میں سے ہیں۔ جس طرح شجاعت بسالت میں آپ کا نام نامی شہرہ عالم ہے عرب وعجم برو بحر میں آپ کے زور وقوت کے سکھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی ہیبت و دبدبہ سے آج بھی جوان مردان شیر دل کانپ جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا زہد و ریاضت اطراف و اکناف عالم میں وظیفہ خاص و عام ہے۔ کروڑوں اولیاء آپ کے سینہ نور گنجینہ سے مستفیض ہیں۔ اور آپ کے ارشاد و ہدایت نے زمین کو خدا پرستوں کی طاعت و ریاضت سے بھر دیا ہے۔ خوش بیان فصحاء اور معروف خطباء میں آپ بلند پایہ ہیں جامعین قرآن پاک میں آپ کا نام

نامی نورانی حرفوں کے ساتھ چمکتا ہے۔ آپ بنی ہاشم میں پہلے خلیفہ ہیں۔ اور سبطین کریمین حسنین جمیلین سعیدین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد ماجد ہیں۔ سادات کرام اور اولاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ سے جاری فرمایا۔ آپ تبوک کے سوا تمام مشاہد میں حاضر ہوئے۔ جنگ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے جو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں حضرت ہارون کو (علیہما الصلوٰۃ والسلام)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مقاموں میں آپ کو لوا (جھنڈا) عطا فرمایا خصوصاً روز خیبر اور حضور نے خبر دی کہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ آپ نے اس روز قلعہ خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر رکھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کیا اس کے بعد لوگوں نے اسے کھینچنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اس کو نہ اٹھا سکے۔ جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت ہیں۔

آپ کو اپنے ناموں میں ابوتراب بہت پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس نام سے آپ بہت خوش ہوتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ مسجد شریف کی دیوار کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ پشت مبارک کو مٹی لگ گئی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی پشت مبارک سے مٹی جھاڑ کر فرمایا اجلس ابا تراب یہ حضور کا عطا فرمایا ہوا خطاب آپ کو ہر نام سے پیارا معلوم ہوتا تھا اور آپ اس نام سے سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم کے مزے لیتے تھے۔

آپ کے فضائل و محامد بہت زیادہ ہیں۔ حضرت سعد ابن وقاص سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ طیبہ میں اہل بیت کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بناتے ہیں حضور نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے دربار میں وہ مرتبت حاصل ہو جو حضرت ہارون کو دربار

حضرت موسیٰ میں تھی۔ علیہما الصلوٰۃ والسلام بجز اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روز خیبر فرمایا کہ میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح فرمائے گا۔ اور وہ اللہ و رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس مژدہ جانفزا نے صحابہ کرام کو تمام شب امید کی ساعتیں شمار کرنے میں مصروف رکھا۔ آرزومند دلوں کو رات کاٹنی مشکل ہو گئی اور مجاہدین کی نیندیں اڑ گئیں۔ ہر دل آرزومند تھا کہ اس نعمت عظمیٰ و کبریٰ سے بہرہ مند ہو اور ہر آنکھ منتظر تھی کہ صبح کی روشنی میں سلطانِ دارین فتح کا جھنڈا کس کو عطا فرماتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی شب بیدار تمنائی امیدوں کے ذخائر لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ کریم ذرہ پرور کا دست رحمت کس سعادت مند کو سرفراز فرماتا ہے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کی جنبش پر ایمان بھری نگاہیں قربان ہو رہی تھیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا این علی ابن ابی طالب علی ابن طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بیمار ہیں ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ بلانے کا حکم دیا گیا اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کے حیات بخش لعاب سے ان کی چشم بیمار کا علاج فرمایا اور برکت کی دعا کی۔ دعا کرنا تھا کہ نہ درد باقی رہا نہ کھٹک نہ سرخی نہ ٹیک' آن کی آن میں ایسا آرام ہوا کہ گویا کبھی بیمار نہ ہوئے اس کے بعد ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی ونسائی و ابن ماجہ نے حبشی بن جہادہ سے روایت کی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ (علی مجھ سے ہے اور میں علی سے) اس سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کمال قرب بارگاہ رسالت سے ظاہر ہوتا ہے امام مسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اس کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور اس کی روئیدگی عنایت کی۔ اور جانوں کو پیدا کیا بیشک

مجھے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مجھ سے ایمان دار محبت کریں گے اور منافق بغض رکھیں گے۔

ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک علی مرتضیٰ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی اسی سے ہم منافق کو پہچان لیتے تھے حاکم نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی فرماتے ہیں مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا' میں نے عرض کیا حضور میں کم عمر ہوں قضا جانتا نہیں۔ کام کس طرح انجام دے سکوں گا۔ حضور نے دست مبارک میرے سینہ پر مار کر دعا فرمائی۔ پروردگار کی قسم معاملہ کے فیصل کرنے میں مجھے شبہ تک نہ ہوا۔ صحابہ کبار حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اقضی جانتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فیض ہے کہ حضرت امیر المومنین کے سینہ میں دست مبارک لگایا اور وہ علم قضا میں کامل اور اقرن میں فائق ہو گئے۔ جس کے ہاتھ لگانے سے علوم کے گنجینے بن جائیں اس کے علوم کا کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حق میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔ طبرانی و حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا' علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ' کو دیکھنا عبادت ہے۔ ابو یعلیٰ و بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جس نے علی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ بزار اور ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک مناسبت ہے ان سے یہود نے یہاں تک بغض کیا کہ ان کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگائی۔ نصاریٰ محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہو گئے ہوشیار ہو جاؤ میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک محبّ مفرط جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے اور دوسرا مبغض جو عداوت میں

مجھ پر بہتان باندھے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ رافضی و خارجی دونوں گمراہ ہیں اور ہلاکت کی راہ چلتے ہیں۔ طریق قویم اور صراط مستقیم پر اہلسنّت ہیں جو محبت بھی رکھتے ہیں اور حد سے تجاوز بھی نہیں کرتے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

بیعت وشہادت

ابن سعد کے قول پر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک پر مدینہ طیبہ میں تمام صحابہ نے جو وہاں موجود تھے بیعت کی۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ پیش آیا۔ اور صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی جو ایک صلح پر ختم ہوئی اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کوفہ کی طرف مراجعت فرمائی اور اس وقت خوارج نے سرکشی شروع کی اور لشکر جمع کر کے چڑھائی کی۔ حضرت امیر المومنین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ آپ ان پر غالب آئے۔ اور ان میں سے قوم کثیر واپس ہوئی اور ایک قوم ثابت رہی اور انہوں نے نہروان کی طرف جا کر راہ زنی شروع کی۔ حضرت امیر المومنین نے اس فتنہ کی مدافعت کے لئے ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ۳۸ھ میں آپ نے ان کو نہروان میں قتل کیا۔ انہی میں ذوی الثدیہ کو بھی قتل کیا جس کے خروج کی خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ خوارج میں سے ایک نامراد عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا۔ اس نے برک بن عبداللہ تیمی خارجی اور عمرو بن بکیر تمیمی خارجی کو مکہ مکرمہ میں جمع کر کے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عمرو بن عاص کے قتل کا معاہدہ کیا اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے قتل کے لئے ابن ملجم ہوا اور ایک تاریخ معین کر لی گئی۔ مستدرک میں سدی سے منقول ہے عبدالرحمٰن بن ملجم ایک خارجی عورت قطام نامی پر عاشق تھا۔ اس ناشاد کی شادی کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو قتل کرنا قرار پایا۔ چنانچہ فرزدق شاعر

نے کہا۔

فلم ارمهر اساقة ذوسماحة　　　كمهر قطام بين غير معجم

ثلثة الاف و عبدوقينه　　　وضرب علی بالحسام المصمم

فلا مهر اعلی من علی وان غلا　　　ولا فتك الا دون فتك ابن ملجم

اب ابن ملجم کوفہ پہنچا اور وہاں سے خوارج سے ملا اور انہیں در پردہ اپنے ناپاک ارادہ کی اطلاع دی۔ خوارج اس کے ساتھ متفق ہوئے۔ شب جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو امیر المومنین حضرت مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سحر کے وقت بیدار ہوئے۔ اسی رمضان آپ کا دستور یہ تھا کہ ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس۔ ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے وقت میرا پیٹ خالی ہو۔

آج کی شب تو یہ حالت رہی کہ بار بار مکان سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور فرماتے کہ بخدا مجھے کوئی خبر جھوٹی دی نہیں دی گئی یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے صبح کو جب بیدار ہوئے تو اپنے فرزند ارجمند امیر المومنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا' آج شب میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا' یا رسول اللہ میں نے آپ کی امت سے آرام نہ پایا۔ فرمایا انہیں بددعا کرو۔ میں نے دعا کی یا رب مجھے ان کے عوض ان سے بہتر عطا فرما۔ اور انہیں میری جگہ ان کے حق میں برا دے۔

اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرات کرام خلفائے راشدین کا ذکر کیا گیا۔ان کی ذوات مقدسہ مقربین بارگاہ رسالت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں اور حق یہ ہے کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس کسی کو بھی ادنیٰ سی محبت و نسبت ہے اس کی فضیلت اندازے اور قیاس سے زیادہ ہے۔ اس آقائے نامدار سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی نسبت کہ کوئی شخص ان کے بلدہ طاہرہ اور شہر پاک میں سکونت رکھتا ہو اس درجہ کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

ترجمہ: ''جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا' اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت''

(رواہ قاضی ابو یعلی) ترمذی کی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مُوَدَّتِيْ ۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مودت میسر نہ آئے گی۔

اتنی نسبت ایک شخص عرب کا باشندہ ہو اس کو مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ اس سے خیانت کرنے والا حضور کی شفاعت و مودت سے محروم ہو جاتا ہے تو جن برگزیدہ نفوس اور خوش نصیب حضرات کو اس بارگاہ عالی میں قرب و نزدیکی اور اختصاص حاصل ہے ان کے مراتب کیسے بلند و بالا ہوں گے اسی سے آپ اہل بیت کرام کے فضائل کا اندازہ کیجئے ان حضرات کی شان میں بہت آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے۔ اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے، خوب پاک''

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ، حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل فرمائی اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ عَنْكُمْ اور اس کے بعد کی ضمیریں مذکور ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ اور یہ قول حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے اس لئے ان کے غلام حضرت عکرمہ بازار میں اس کی ندا کرتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود سرکار دولت مدار کی ذات عالی صفات ہے، تنہا، دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت حضور کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہے علاوہ اس کے کہ اس پر آیت وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ دلالت کرتی ہے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ دولت سرائے اقدس ازواج مطہرات ہی کا مسکن تھا۔ حضور کے اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب و قرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر اعتماد کیا اور اسی کو ترجیح دی اور ابن کثیر نے بھی اسی کی تاکید کی۔

احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید

پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی۔ پنجتن پاک سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔ (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیہم وسلم)

اسی مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اس کی تخریج کی۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کو اپنی گلیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو تحت گلیم اقدس لے کر یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ اَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا

ترجمہ: ''یارب یہ میرے اہل بیت اور میرے مخصوصین ہیں ان سے رجس و ناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کردے اور خوب پاک۔''

یہ دعا سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا وَاَنَا مِنْھُمْ میں ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا: اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ (تم بہتری پر ہو) ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نے حضرت ام المومنین کے جواب میں فرمایا (بیشک) اور ان کو کسا (گلیم) میں داخل کرلیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے عرض کیا کہ میرے حق میں بھی دعا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا وَاَنَا مِنْ اَھْلِكَ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں فرمایا وَاَنْتَ مِنْ اَھْلِیْ تم بھی میری اہل میں سے ہو۔ یہ کرم تھا کہ سرکار نے اس نیاز مند خالص العقیدت کو مایوس نہ فرمایا اور اپنی اہل کے حکم میں داخل فرما دیا وہ حکماً داخل ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابت داروں اور ازواج مطہرات کو ملایا۔ ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں اس کو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روا مبارک میں حضرت عباس اور ان کی صاحبزادیوں کو لپٹا کر دعا فرمائی:

يَا رَبِّ هٰذَا عَمِّيْ وَصِنْوَ اَبِيْ وَهٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاسْتُرْهُمْ مِنَ النَّارِ كِسْتِرِيْ اِيَّاهُمْ بِمِلْئَتِيْ هٰذِهٖ فَاَمَنَتْ اَسْكُفَّةَ الْبَابِ وَحَوَائِطِ الْبَيْتِ

ترجمہ: ''یعنی یارب یہ میرے چچا اور بمنزلہ والد کے ہیں اور یہ میرے اہلبیت ہیں انہیں آتش دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔''

اس دعا پر مکان کے درو دیوار نے آمین کہی۔ خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرما دیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم و مطلب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا میں ان اہل بیت میں سے ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے رجس و دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہے۔ جس طرح بیت مسکن۔ یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے۔ اس سے ان کے اعزاز مآثر اور علوشان کا اظہار ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق دنیہ و احوال مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہل بیت نار پر حرام ہیں اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوال شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے ان کا پروردگار انہیں محفوظ رکھتا ہے اور بچاتا ہے جب خلافت طاہرہ میں شان مملکت و سلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آل طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافت باطنہ عطا فرمائی۔

حضرات صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء آل رسول ہی میں سے ہوں گے اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ اس کو حدیث

شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے۔ مع ذلک اس میں لینے والے کی سبکی بھی ہے بجائے اس کے وہ خمس وغنیمت کے حقدار بنائے گئے جس میں لینے والا بلند و بالا ہوتا ہے۔ اس آل پاک کی عظمت و کرامت یہاں تک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انہیں نہ چھوڑ گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ، ایک میری آل، دیلمی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ وآلہ والصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا، دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ ثعلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمتہ سے روایت کی کہ آپ نے آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم حبل اللہ ہیں۔ دیلمی سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے خلاصی عطا فرمائی۔

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے سیّدین کریمین حسنین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا یہاں معیت سے مراد قرب حضور ہے کیونکہ انبیاء کا درجہ تو انہیں کے ساتھ خاص ہے کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ محبین اہل بیت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان کے جنتی ہونے کی خبر دی اور مژدہ قرب سے مسرور فرمایا مگر یہ وعدہ اور بشارت مومنین مخلصین اہل سنت کے حق میں ہے روافض اس کا محل نہیں جنہوں نے اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، گستاخی و بے باکی اور اکابر صحابہ کے ساتھ بغض وعناد اپنا دین بنا لیا ہے۔ ان لوگوں کا حکم مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے جو آپ نے فرمایا يَهْلِكُ فِيَّ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ میری محبت میں مفرط ہلاک ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

لَا يُجْمَعُ حُبُّ عَلِيٍّ وَ بُغْضُ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ

ترجمہ: ''یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت اور شیخین جلیلین ابوبکر و

عمر رضی اللہ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔''

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھنے والا حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسر منبر فرمایا۔ ان اقوام کا کیا حال ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم (قرابت) روز قیامت کچھ کام نہ آئے گا۔ ہاں خدا کی قسم میرا رحم (رشتہ و قرابت) دنیا و آخرت میں موصول ہے۔

قرطبی نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیہ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی ہوئے کہ ان کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے۔ حاکم نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو صحیح بتایا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے حق میں فرمایا کہ ان میں سے جو توحید و رسالت کا مقر ہوا ان کو عذاب نہ فرمائے۔ طبرانی و دار قطنی کی روایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اول گروہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہلبیت ہیں۔ پھر مرتبہ مرتبہ قریش۔ پھر انصار۔ پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لائے اور میرے متبع ہوئے۔ پھر تمام عرب پھر اہل عجم اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہیں۔ بزار و طبرانی و ابو نعیم نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ پاک دامن ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی ذریت کو نار پر حرام فرمایا۔

بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوتا یہاں تک کہ میں اس کو جان سے زیادہ پیارا نہ ہوں اور میری اولاد کو اپنی جان سے پیاری نہ ہو اور میرے اہل ان کو اپنے

اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کو اپنی ذات سے زیادہ احب نہ ہو۔"

دیلمی نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ' اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن پاک کی قرات"

دیلمی نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جو اللہ کی محبت رکھتا ہے وہ قرآن کی محبت رکھتا ہے اور جو قرآن کی محبت رکھتا ہے میری محبت رکھتا ہے اور جو میری محبت رکھتا ہے میرے اصحاب اور قرابت داروں کی محبت رکھتا ہے"

امام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔"

امام احمد و ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم منافقین کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچانتے ہیں۔ ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کی محبت فرائض دین سے ہے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللہِ حُبُّکُمْ   فَرْضٌ مِّنَ اللہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ

ترجمہ: "اے اہل بیت پاک تمہاری ولا ہے فرض قرآن پاک اس پر ناطق بلا کلام۔

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں روایت کیا' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ تمہارے غضب سے غضب الٰہی ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ راضی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ان کی کسی اولاد کو ایذا پہنچائے اس نے اپنی جان کو اس خطرۂ عظیم میں ڈال دیا کیونکہ اس حرکت سے ان کو غضب ہو گا اور ان کا غضب' غضب الٰہی کا

موجب ہے۔اس طرح اہل بیت کی محبت حضرت خاتون جنت کی رضا کا سبب ہے۔اور ان کی رضا رضائے الٰہی۔

اس لئے علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلدۂ پاک کے باشندوں کا ادب کرنا چاہیے اور حضور پاک کے جوار پاک کی حرمت کا لحاظ رکھنا لازم ہے چہ جائیکہ حضور کی ذات پاک۔

دیلمی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو مجھ سے توسل کی تمنا رکھتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اس کو میری بارگاہ کرم میں روز قیامت حق شفاعت ہو تو چاہیے کہ وہ میرے اہل کی نیاز مندی کرے۔ اور ان کو خوشنود رکھے۔''

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہ ہوا تھا اس نے حضرت رب العزت سے مجھ پر سلام کرنے اور یہ بشارت پہنچانے کی اجازت چاہی کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا جنتی بیبیوں کی سردار ہیں اور حسنین کریمین جنتی جوانوں کے۔''

ترمذی و ابن ماجہ حبان و حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو ان اہل بیت سے محاربہ (جنگ) کرے میں اس کا محارب ہوں اور جو ان سے صلح کرے اس کی مجھ سے صلح ہے۔''

امام احمد و حاکم نے روایت کیا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''فاطمہ میرا جزو ہیں جو انہیں ناگوار وہ مجھے ناگوار جو انہیں پسند وہ مجھے پسند' روز قیامت سوائے میرے نسب اور میرے سبب اور میری خویشاوندی کے تمام نسب منقطع ہو جائیں گے۔''

ان احادیث کے علاوہ جس قدر احادیث قریش کے حق میں وارد ہیں اور جو فضائل ان میں مذکور ہیں ان سب سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل بیت سب کے سب قریش ہیں۔ اور جو فضیلت کہ عام کے لئے ثابت ہو خاص کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ چند حدیثیں جو قریش کے حق میں وارد ہوئی ہیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! قریش کو بڑھاؤ اور ان سے آگے نہ بڑھو۔ ایسا نہ کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کی پیروی نہ چھوڑو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ان کے استاد نہ بنو' ان سے علم حاصل کرو' وہ تم سے اعظم ہیں۔ اگر ان کے تفاخر کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ان مراتب سے خبردار کرتا جو بارگاہ الٰہی میں انہیں حاصل ہیں۔''

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یہ امر قریش میں ہے ان سے جو عداوت کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے قریش سے محبت کرو' ان سے جو محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

امام احمد و ذہبی وغیرہ محدثین نے حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ جبرائیل امین نے فرمایا کہ:

''میں نے زمین کے مشارق و مغارب الٹ ڈالے کوئی شخص حضور پرنور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب الٹ ڈالے بنی ہاشم سے بڑھ کر کسی باپ کی اولاد افضل نہ پائی۔''

کسی شاعر نے اس مضمون کو اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے

جبرئیل سے اک روز یوں کہنے لگے شاہ امم　　تم نے دیکھا ہے جہاں بتاؤ کیسے ہیں ہم
کی عرض یہ جبرئیل نے اے مہ جبیں تیری قسم　　آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

امام احمد و ترمذی و مسلم نے حضرت [illegible] عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص قریش کی بے عزتی چاہے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔''

ابوبکر بزار نے غیلانیات میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''روز قیامت بطن عرش سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے اہل جمع اپنے سر جھکاؤ، آنکھیں بند کرلو یہاں تک کہ حضرت فاطمہ بنت سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صراط سے گزریں۔ پھر آپ ستر ہزار باندیوں کے ساتھ جو سب حوریں ہوں گی بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائیں گی۔''

بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مومنہ بیبیوں کی سردار ہو۔'' ترمذی و حاکم کی روایت میں ہے حضور علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' مجھے اپنی اہل میں سب سے زیادہ پیاری فاطمہ ہیں۔''

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆
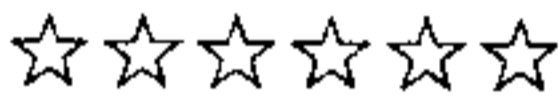
سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
سیّدین جلیلین شہیدین عظیمین
حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام ابو محمد حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما آپ ائمہ اثنا عشر میں امام دوم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد لقب تقی و سید عرف سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سبط اکبر ہے۔ آپ کو ریحانۃ الرسول اور آخر الخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری کی شب میں مدینہ طیبہ کے مقام پر ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا۔ اور بال جدا کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے۔ آپ خامس اہل کسا ہیں۔

بخاری کی ہدایت میں ہے قبلہ حسن و جمال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم سے کسی کو وہ مشابہت صورت حاصل نہ تھی جو سیّدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔ آپ سے پہلے حسن کسی کا نام نہ رکھا گیا تھا یہ جنتی نام پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے بارگاہ رسالت میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ کی ولادت کا ثمرہ پہنچایا۔ حضور تشریف فرما ہوئے فرمایا کہ اسماء میرے فرزند کو لاؤ اسماء نے ایک کپڑے میں حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا' تم نے اس فرزند ارجمند کا کیا نام رکھا ہے' عرض کیا کہ یا

رسول اللہ میری کیا مجال کہ بے اذن و اجازت نام رکھنے پر سبقت کرتا لیکن اب جو دریافت فرمایا جاتا ہے تو جو کچھ خیال میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ حرب نام رکھا جائے۔ آئندہ حضور مختار ہیں۔ آپ نے ان کا نام حسن رکھا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے انتظار فرمایا۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو درگاہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔ مناسب ہے کہ اس فرزند سعادت مند کا نام فرزند ہارون کے نام پر رکھا جائے۔ حضور نے ان کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا شبیر' ارشاد ہوا کہ اے جبریل لغت عرب میں اس کے کیا معنی ہیں' عرض کیا حسن اور آپ کا نام حسن رکھا گیا۔

بخاری و مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں' میں نے نور مجسم جان مصور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی شہزادہ بلند اقبال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دوش اقدس پر تھے اور حضور فرما رہے تھے "یا رب میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ۔"

امام بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی' فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ حضور ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزند و جمیل کی طرف میں نے سنا حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرے گا۔

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔"

ترمذی کی حدیث میں ہے حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر سے روایت کی کہ حضور کے اہل بیت میں حضور کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے میں نے دیکھا حضور تو سجدے میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ کی گردن مبارک یا پشت اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ سر مبارک نہ اٹھاتے اور میں نے دیکھا حضور رکوع میں ہوتے تو ان کے لئے اپنے قدمین طاہرین کو اتنا کشادہ فرما دیتے کہ یہ نکل جاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت کثیر ہیں۔ آپ علم و وقار حشمت وجاہ جود و کرم، زہد و طاعت میں بہت بلند پایہ ہیں۔ ایک ایک آدمی کو لاکھ کا عطیہ مرحمت فرما دیتے تھے۔

حاکم نے عبداللہ بن عمیر سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پاپیادہ کئے ہیں اور کوتل سواریاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں مگر امام عالی مقام کی تواضع اور اخلاص و ادب کا اقتضاء کہ آپ حج کے لئے پاپیادہ سفر فرماتے تھے آپ کا کلام بہت شیریں تھا اہل مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔

ابن سعد نے علی بن زید جدعان سے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار اپنا کل مال راہ خدا میں دے ڈالا اور تین مرتبہ نصف مال دیا اور ایسی صحیح تنصیف کی کہ نعلین شریف اور جرابوں میں سے ایک ایک رکھ لیتے تھے۔

آپ کے علم کا یہ حال تھا کہ ابن عساکر نے روایت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد مروان بہت رویا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تو رو رہا ہے اور ان کی حیات میں ان کے ساتھ کس کس طرح کی بدسلوکیاں کیا کرتا تھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا میں اس سے زیادہ حلیم کے ساتھ ایسا کرتا تھا۔ اللہ رے حلم، مروان کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی بردباری پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت امیر معاویہ کو تفویض کرنا مسطور ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

(۱) بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن کو پہنچے گی۔

(۲) اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانہ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ ومطالبہ نہ کیا جائے۔

(۳) امیر معاویہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیون کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو حضور نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تخت سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خالی کر دیا۔

یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ کا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کو آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا ناگوار ہوا اور انہوں نے طرح طرح کی تعریفیں کیں اور اشاروں کنایوں میں آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے انہیں سمجھا دیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ملک کے لئے تجھے قتل کراؤں اس کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے رحلت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام عالی مقام کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس درجہ سے حضرت امام کو سخت تنگی درپیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ کو اس کی شکایت لکھیں، لکھنے کا

ارادہ کیا۔ دوات منگائی مگر پھر کچھ سوچ کر توقف کیا۔ خواب میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔ حضور نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند کیا حال ہے۔ عرض کیا الحمد للہ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا تم نے دوات منگائی تھی تا کہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجبور تھا کیا کرتا' فرمایا یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَکَ وَاقْطَعْ رِجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ اَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

ترجمہ: ''یا رب میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کر۔ یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ یا رب جس سے میری قوت عاجز اور عمل قاصر ہو اور جہاں تک میری رغبت اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو' جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو یقین سے یا رب العالمین مجھ کو اس کے ساتھ مخصوص فرما۔''

حضرت امام فرماتے ہیں کہ اس دعا پر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کا شکر بجا لایا پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے حسن کیا حال ہے میں نے خدا کا شکر کر کے واقعہ عرض کیا' فرمایا اے فرزند جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق سے لو لگائے اس کے کام یونہی بنتے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن سعد نے عمران ابن عبداللہ سے روایت کیا کہ کسی نے خواب میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوخواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں چشم کے درمیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت میں اس سے بہت خوشی ہوئی لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت امام کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے۔ یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور بہت قریب زمانے میں زہر دیا گیا۔ زہر کے اثر سے اسہال کبدی لاحق ہوا اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اسہال میں خارج ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی۔ قریب وفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادر عزیز سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو فرمایا کہ تم اسے قتل کروگے، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ بے شک حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔ مجھے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ کا زہر سب سے زیادہ تیز ہے۔

سبحان اللہ حضرت امام کی کرامت اور منزلت کیسی بلند و بالا ہے کہ آپ ایسی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں۔ نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت و انصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحہ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی تھی کہ آپ نے پانچویں ربیع الاوّل ۴۹ ہجری کو اس دارِ ناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر

محترم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور سیمائے مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمودار ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسکین خاطر مبارک کے لئے عرض کیا اے برادر گرامی آپ کیوں رنجیدہ ہیں۔ بے قراری کا کیا سبب ہے مبارک ہو آپ کو عنقریب حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہرا اور حضرت قاسم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے برادر عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا تھا اور خلق الٰہی میں سے ایسے خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی و ایذا رسانی کا بھی تذکرہ کیا۔

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غم گین کر رہی تھیں اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضہ طاہرہ میں دفن کی جگہ عنایت ہو جائے انہوں نے اس کو منظور فرمایا۔ میری وفات کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا جائے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم مانع ہوگی۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار مت کرنا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب وصیت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی، آپ نے اس کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بڑی عزت و کرامت کے ساتھ منظور ہے لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہی ہتھیار بند ہو گئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلا کر واپس کیا اور یہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول بقیع شریف میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون

جنت کے پہلو میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ۔

مورخین نے زہرخورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہرخورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مورخین نے بغیر کسی معتبر ذریعے یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانے میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جبکہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کا قتل۔ اس قاتل کی خبر غیر کو کیا ہوتی۔ خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پتہ نہیں ہے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہرخورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ہی ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ:

"حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو (۱۰۰) کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن کی عادت ہے۔ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔

مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف ہی حاصل ہو جائے اس کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن جن عورتوں کو طلاق دے دیا کرتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں سیدایانہ گزار دیتیں اور ان کی حیات کا لحہ لحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ اعلم بحقیتہ الحال ۔

☆☆☆☆☆☆☆

کربلا کا خونی منظر

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی عدیم المثال جانبازیاں

ولادت مبارکہ

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے اور آپ کے برادر معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند بنایا حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت و محبت تھی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

ترجمہ: ”جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن و امام حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔“

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں اپنی جوانی میں راہیٔ جنت ہوئے۔ حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص کو بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی کہ آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں۔ شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے ہیں۔ اسی طرح بمعنی فتوت و جوانمردی بھی لفظ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر

ہمت مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بسالت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اگرچہ وقت وصال پچاس سے زائد تھی مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام وخلفائے راشدین کے سوا امامین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ جوانان جنت سے تمام اہلِ جنت مراد ہیں اس لئے کہ جنت میں بوڑھے جوان کا فرق نہ ہوگا۔ وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی ایک عمر ہو گی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا هما ریحانی من الدنیا وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (رواہ البخاری)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینہ سے لپٹاتے۔ (رواہ الترمذی)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنت الحارث حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کیا عرض کیا وہ بہت ہی شدید ہے ان کو اس خواب کے بیان کی جرات نہ ہوتی تھی۔ حضور نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا' یا نبی اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یہ کیا حال ہے۔ فرمایا جبریل علیہ السلام میرے

پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا کیا اس کو؟ فرمایا ہاں۔ اور میرے پاس اس کے سرخ مقتل کی مٹی بھی لائے۔(رواہ البیہقی فی الدلائل)

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتون جنت نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لئے اپنا خون جگر (دودھ) پلایا۔ علی مرتضیٰ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا۔ یہ آغوش کرامت ورحمت فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے۔ اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزند ارجمند کی ولادت کی مسرت کے ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہو گی۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمہ رحمت نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے۔

اس خبر نے صحابہ کبار جان نثاران اہل بیت کے دل ہلا دیئے۔

اس درد کی لذت علی مرتضیٰ سے پوچھئے صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت کی خاک زیر قدم پاک پر قربان جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے۔ محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں۔ وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے۔ ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے۔ ماں کی گود میں کھیل کر شفقت مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے۔ میٹھی

میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے۔ عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے۔ جہاں یہ چہیتا' نازوں کا پالا' بھوکا پیاسا' بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے۔ نہ علی مرتضیٰ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبیٰ عزیز و اقارب برادر و فرزند قربان ہو چکے ہیں۔ تنہا یہ نازنین ہیں۔ تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور راہ خدا میں مردانہ وار جاں نثار کرتا ہے کربلا کی زمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے۔ وہ شمیم پاک جو حبیب خدا کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے۔ خاتون جنت کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے۔ اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ اس منظر کو دیکھیں۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزند ارجمند کے جد کریم حبیب خدا ہیں۔ حضرت حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى بر و بحر میں ان کا حکم نافذ ہے۔ شجر و حجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع فرمان ہیں چاند اشاروں پر چلا کرتا ہے۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔ بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی حکومت ہے۔ اولین و آخرین سب کی عقدہ کشائی اشارہ چشم پر موقوف منحصر ہے۔ ان کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام بنتے ہیں یہ مددیں ہوتی ہیں۔ روزی ملتی ہے هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَآئِكُم (رواہ البخاری)

باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبر شہادت پا کر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے بارگاہ الٰہی میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امن و سلامت اور اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے' نہ علی مرتضیٰ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اس خبر نے تو دل و جگر پارہ پارہ کر دیئے۔ آپ کے قربان بارگاہ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمایئے۔ نہ خاتون جنت التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین آپ کے فیض سے عالم فیضیاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب۔ میرے

اس لاڈلے کے لئے دعا کیجئے نہ اہل بیت نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام۔ سب خبر شہادت سنتے ہیں۔ شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ مقامِ امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے۔ یہ محل عذر و تامل نہیں ایسے موقع پر جان سے دریغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں' اخلاص سے جانثاری عین تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ فرزند مقام صفا و وفا میں صادق ثابت ہو۔ توفیق الٰہی مساعد رہے۔ مصائب کا ہجوم اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

احادیث میں اس شہادت کی خبریں وارد ہیں۔ ابن سعد و طبرانی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا افرزند حسین زمین طف میں قتل کیا جائے گا اور جبریل میرے پاس یہ مٹی لائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خواب گاہ (مقتل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

"امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا اس نے عرض کیا کہ آپ کے فرزند حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قتل کئے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں گے۔ پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔"

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں۔ کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہے۔ کسی میں ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خاک کربلا تفویض کرنے اور اس خاک کے خون ہو جانے کا علامت شہادت امام قرار دینے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام کی عہد طفولیت

سے خوب مشہور ہو چکی اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے۔

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم کو کوئی شک باقی نہ رہا اور اہل بیت باتفاق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

ابونعیم نے یحیٰ حضرمی سے روایت کی کہ وہ سفر صفین میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ تھے۔ جب نینویٰ کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ندا دی کہ اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا کہ کس لئے فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین فرات کے کنارے شہید کئے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔

ابونعیم نے اصبغ میں نباتہ سے روایت کی کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ہمراہ حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے۔ حضرت مولیٰ نے بیان فرمایا یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے' یہاں ان کے کجاوے رکھے جائیں گے۔ یہاں ان کے خون بہیں گے۔ جوانانِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں شہید ہوں گے۔ آسمان و زمین ان پر روئیں گے۔

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰ اور صحابہ کبار زمین کربلا کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہاں اونٹ باندھیں گے' کہاں سامان رکھا جائے گا۔ کہاں خون بہیں گے۔ یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہوا اپنے پرائے سب جان جائیں' مقام بتا دیا گیا ہو' وہاں کی خاک شیشوں میں رکھ لی گئی ہو۔ اس کے خون ہو جانے کا انتظار ہو اور شوق شہادت میں کمی نہ آئے۔ جذبہ جانثاری روز افزوں پر ہوتا رہے۔ تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں' ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و استقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ یہ مردان کامل اور فرزندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ اور انہیں کا حوصلہ ہے۔

؎ طعمہ ہر مرغ کے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو درخت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر طالب رضائے حق مولیٰ کی مرضی پر فدا ہوتا ہے اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے۔ کبھی وحشت پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی۔ کبھی اس مصیبتِ عظمیٰ سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا۔ انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقت موعود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

واقعات شہادت

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے۔ اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔

یہ بد باطن سیاہ دل' ننگ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر میسون بنت بنجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا' بدنما' کثیر الشعر' بدخلق' تندخو' فاسق' فاجر' شرابی' بدکار' ظالم' بے ادب' گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا' خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ (واقدی)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ اربابِ فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔ جب کہ عنان سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں ہوئی۔ ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

''یارب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت ہے۔''

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث

روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کر حضور نے فرمایا کہ:

''میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔''

ابویعلی نے اپنی مسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''میری امت میں عدل و انصاف قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا رخنہ اندوز بنی ستم بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔''

یہ حدیث ضعیف ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رجب ۶۰ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہوکر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف، اور تراش ہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کی ازار شریف و ردائے مبارک و قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز تھا اور دم آخر تمام زود مال ثروت و حکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی۔ اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے۔ یہ مقام غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور کے بدن پاک

سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا با برکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آل پاک جو بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا۔ اوران کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بد نصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔

امیر معاویہ کی وفات کے بعد یزید تخت سلطنت پر بیٹھا اوراس نے اپنی بیعت لینے کے لئے اطراف وممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے۔ مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق وظلم کی بناء پر اس کو نا اہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی۔

حضرت امام جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اشتعال کا باعث ہوگا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ لیکن امام کے دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نا اہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع و احکام کی بے حرمتی اور دین کی مضرت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل الشان فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو یزید آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا۔ اور آپ کی عافیت و راحت میں کوئی فرق نہ آتا۔ بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس جمع ہو جاتی۔ لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ وملت حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ تقیہ کا تصور بھی خاطر مبارک پر نہ گزرا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو اس کے لئے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون وقت ہوسکتا تھا۔ حضرت امام وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کی درخواست اسی لئے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے۔ اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتش عناد بھڑک اٹھی اور بہ ضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا۔ یہ واقعہ چوتھی شعبان ۶۰ھ کا ہے۔

امام عالی مقام کی مدینہ طیبہ سے روانگی

مدینہ سے حضرت امام کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام کے لئے کیسے رنج واندوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنا کریں دربار رسالت کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بحر و بر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لئے بے قرار بنا دے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو اور فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جوارِ رسول سے رحلت کرنے پر مجبور ہو۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارادۂ رخصت آستانہ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدۂ خون بار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی دل دردمند غم مہجوری سے گھائل ہوگا۔ جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا۔ اہل مدینہ کی مصیبت بھی کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دیدار حبیب کے فدائی اس فرزند کی روایات سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے۔ ان کا دیدار ان کے دل کا قرار تھا۔ آہ! آج یہ قرار دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امام عالی مقام نے مدینہ طیبہ سے بہ ہزار غم واندوہ بادل ناشاد رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔ اہل کوفہ امیر معاویہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے لیکن امام نے صاف انکار کر دیا تھا۔ امیر معاویہ کی وفات پر اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہلِ عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر امام کی خدمت میں

درخواستیں بھیجیں اور ان میں اپنی نیازمندی و جذبات عقیدت و اخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام پر اپنے جان و مال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی۔

اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچیں۔ کہاں تک اغماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام کے اخلاق خشک جواب کی اجازت دیتے۔ ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی روانگی تجویز فرمائی۔

اگرچہ امام کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات سے کوفیوں کا بہ پاس ملت یزید کے بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام سے طالب بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواست بیعت کرے۔ اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند در پے ہوئے مگر امام بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہم کو یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اسکی بیعت کرنا پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔

اگرچہ اکابر صحابہ کرام ابن عباس و حضرت ابن عمر و حضرت جابر و حضرت ابوسعید و حضرت ابو واقد لیثی وغیرہ ہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و مواثیق کا اعتبار نہ تھا۔ امام کی محبت اور شہادت امام کی شہرت ان سب دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی۔ گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت

ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کے لئے عذر شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ' ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا۔ اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جا سکے گی۔

حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہاری استدعاء پر حضرت مسلم کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت وحمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت مسلم نے عراق کی گرویدگی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کیا کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تاکہ بندگانِ خدا ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف وفیض یاب ہو سکیں اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جو اس زمانے میں حکومتِ شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے۔ اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔

مسلم یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل تشریف لائے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت و عقیدت کا جوش دمبدم بڑھ رہا ہے۔ ہزار ہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی نہ انسدادی تدابیر عمل میں لائے۔ یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبداللہ بن زیاد بہت مکار و کیاد تھا۔ وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادسیہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہل کوفہ میں بہت جوش ہے۔ ایسے دور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابنِ زیاد کو نہ پہچانیں۔ اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تا کہ وہ بے خطر اور اندیشہ امن و عافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل کوفہ جن کو ہر لمحہ حضرت امام عالی مقام کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ انہوں نے دھوکہ کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام تشریف لے آئے نعرہ ہائے مسرت بلند کیے۔ گرد و پیش مرحبا کہتے چلے مَرْحَبًا بِكَ يَاابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اور قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ کا شور مچا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کر لیا کہ کوفیوں کو حضرت امام کی تشریف آوری کا انتظار ہے۔ اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تا کہ ان پر اس کا مکر نہ کھل جائے۔ یہاں تک کہ دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہو گیا۔ اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا۔ اور انہیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کو صبح کو ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا۔ طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا۔ [illegible] ہانی بن [illegible] مکان میں اقامت فرمائی۔ ابن زیاد نے محمد بن

اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کی گرفتار کرا منگایا اور قید کر لیا۔ کوفہ کے تمام روسا و عمائد کو بھی قلعہ میں بند کر دیا۔

حضرت مسلم یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی ندا کی۔ جوق در جوق آدمی آنے شروع ہو گئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا۔ صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت حملہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابنِ زیاد اس کے ہمراہی حضرت مسلم کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کر ڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا۔ مگر کار بدست کارکنان قدرست' بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجودیکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابنِ زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا۔ اور ایک بادشاہ دادگستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا و عمائد جن کو ابنِ زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابنِ زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابنِ زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی۔ یزید ناپاک طینت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا۔ تمہارے مال لٹوا دے گا تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم

کے ساتھ رہے تو ہم جو ابنِ زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے ۔اپنے انجام پر نظر ڈالو۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اپنے گھروں پر چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تا بوقت شام حضرت مسلم نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا۔ اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بیہمتی کا شہرہ رہے گا۔ اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت مسلم اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے کدھر جائیں۔ کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے۔ جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ نادان بچے ساتھ ہیں۔ کہاں انہیں لٹائیں کہاں سلائیں۔ کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت مسلم کو امام حسین کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام کی جناب میں خط لکھا۔ تشریف آوری کی التجا کی ہے۔ اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے یقیناً حضرت امام میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑیں گے۔ یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے۔ اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے۔ اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔

اسی حالت میں حضرت مسلم کو پیاس معلوم ہوئی۔ ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں

طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے پانی مانگا۔ اس نے پہچان کر پانی دیا۔ اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گرگا تھا۔ اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی۔ اور اس نے ابنِ زیاد کو اس طرح پر مطلع کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا اور ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم اپنی تلوار لے کر نکلے اور بنا چاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم اس جماعت پر اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے شیر ببر گلہ گوسپند پر حملہ آور ہو۔ آپکے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے۔ بعض مارے گئے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردان کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہوسکتی۔ اب یہ تجویز کہ کوئی چال چلنی چاہیے اور کسی فریب سے حضرت مسلم پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا۔ اور حضرت مسلم سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم آپ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابنِ زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ میرا خود قصد جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں انتظار کرتا رہا کہ ابنِ زیاد گفتگو کر کے کوئی شکل مصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم دروازہ میں داخل ہوں ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم کو اسکی کیا خبر تھی۔ اور آپ اس مکاری اور کیادی سے کیا واقف تھے۔ آپ آیہ کریمہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ الآیۃ پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔

داخل ہونا تھا کہ اشقیاء نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس بیکسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سران کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرگیں آنکھوں میں خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکہ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا۔ ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کیا۔ اور ہانی کو قتل کر کے سولی پر چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

---

[1] آپ کے ہمراہ اس وقت مسطورہ ذیل حضرات تھے تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور مریض تھے۔ حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر جو لیلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ ہے۔ اور جن کی نسبت حضرت قاسم کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی روایت ہے۔ وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے۔ جنہیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لئے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔ اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ حضرت سکینہ کی وفات بھی راہ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سکینہ کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی۔ اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے حضرت امام کا ایک شعر ہے

لعمری انی لا حب ارضاً   تحل بہا سکینۃ والرباب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی حضرت امام کی بڑی [illegible] فاطمہ صغریٰ جو حضرت ام اسحاق بنت حضرت طلحہ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت امام عالی مقام کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل و جائے عذر باقی نہیں رہتی تھی ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضا و قدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے۔ شہادت کا وقت نزدیک آ چکا تھا۔ جذبہ شوق دل کو کھینچ رہا تھا۔ فدا کاری کے ولولوں نے دل کو بے تاب کر دیا تھا۔ حضرت امام نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا۔ نیاز مندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی اگرچہ ظاہر کوئی مخوف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم کے خط سے کوفیوں کی عقیدت واردات اور ہزارہا آدمیوں کے حلقہ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی تھی، عذر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا۔

لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام کے سفر کو کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے۔ اور وہ حضرت امام سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر حضرت امام

(بقیہ حاشیہ) کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔ امام کے ازواج میں حضرت امام کے ساتھ شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر امام کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔ حضرت مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن حضرت عثمان ابن علی حضرت امام کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل کے فرزندوں میں حضرت مسلم تو حضرت امام کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد و ابراہیم کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم امام کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ حضرت جعفر طیار کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون حضرت امام کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے۔ اور حضرت امام کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبہ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب حضرت امام کی حقیقی ہمشیرہ اور شہر بانو حضرت امام کی زوجہ اور حضرت سکینہ حضرت امام کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔ ۱۲

ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرض داشتیں پذیر نہ فرمانا اہل بیت کے اخلاق کے شایاں نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام کی بیعت کے لئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخل حلقہ غلامی ہو جانا۔ اس پر بھی حضرت امام کا ان کی طرف سے اغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض پاس داری کے لئے ہیں ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام کو کسی طرح گوارا نہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواست تشریف آوری کو رد فرمانا بھی حضرت امام پر بہت شاق تھا۔ یہ وہ تھے جنہوں نے امام کو سفر عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کو روکنے میں بہت مصر تھے، اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں۔ لیکن یہ کوشش کارآمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام نے ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل بیت موالی و خدام کل بیاسی نفوس کو ہمراہ لے کر راہِ عراق اختیار کی۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ حرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں۔ ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کر دیا۔ مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلے کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہو رہا تھا مگر وہ جانبازوں کے میر لشکر اور فدا کاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں ذاتِ عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزم مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا۔ عرض کیا کہ ان کے قلوب آپکے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ اور خدا جو چاہتا

ہے کرتا ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ حضرت امام نے فرمایا سچ ہے۔ ایسی ہی گفتگو فرزوق شاعر سے ہوئی۔ بطن الرمہ (نام مقام ہے) سے روانہ ہونے کے بعد عبید اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس میں انہوں نے اندیشے ظاہر کئے۔ حضرت امام نے فرمایا: لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا۔ ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرمادی۔ راہ میں حضرت امام عالی مقام کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف راہیں ہوئیں۔ اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگو یوں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔

حضرت امام نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا۔ یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا حر کے ساتھ ابنِ زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے۔ حر نے حضرت امام کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابنِ زیاد نے آپکی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے۔ حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرات بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لئے کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہنچتے رہے۔ اے اہل کوفہ !اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔

حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام ہی کی اقتداء کی لیکن وہ ابنِ زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابنِ زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں۔ اور اگر ابنِ زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام کے ساتھ ذرا بھی فروگزاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت

سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت امام کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔

یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہل بیت رسالت کو راہ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپکو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینہ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نور نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں قاصدوں اور پیاموں کی روز مرہ ڈاک لگ گئی ہے۔ اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادل مغموم واپس جاتی ہیں۔ لیکن جب وہ کریم مہمان اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے۔ اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رخت اقامت ڈالنا پڑتا ہے۔ اور دشمنانِ حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا۔

یہاں تو ان مسافران بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمان کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کر سکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہو گیا۔ اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو بیت رسالت کے بے گناہ خون

کی پیاس بڑھتی گئی آبِ فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام کی خدمت میں ابنِ زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا۔ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔

ستم ہے بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عجیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارا نہیں کر سکتا۔ نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی پر لئے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے۔ اس سے ابنِ زیاد کا طیش اور زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے مزید عساکر و افواج تر تیب دیئے۔ اور ان لشکروں کا سپہ سالار عمرو بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے۔ اور اس کو تہران کہتے ہیں۔

ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام کی عظمت و فضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے۔ اور آپ کی جلالت و مرتبت کا ہر دل معترف تھا۔ اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلو تہی کی۔ وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام کے خون سے وہ بچا رہے مگر ابنِ زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دستبردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا۔ جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور ابنِ زیاد بن نہاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا۔ یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کل بیاسی تو

آدمی ہیں' ان میں بیبیاں بھی' بچے بھی' بیمار بھی' پھر وہ بھی بارادہ جنگ نہیں آئے تھے۔ اور انتقام حرب کافی نہ رکھتے تھے ان کے لئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے' آخر وہ ان بیاسی نفوس کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لئے دوگنی چوگنی' دس گنی تو کیا سو گنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا۔ بے اندازہ لشکر بھیج دیئے۔ فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے اس پر بھی خوف زدہ ہیں۔ اور جنگ آزماؤں' دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شیران حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکر امام پر پانی بند کیا جائے پیاس کی شدت اور گرمی کی حدت سے قویٰ مضمحل ہو جائیں ضعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبرو تحمل میر کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کے لئے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انہیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا۔ اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنان حمیت و غیرت کو نہ اپنے عہدو بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خوردسال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب تشنہ ہان تھے چھوٹے بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لئے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا۔ آل رسول کو لب آب میسر نہ آتا تھا۔ سرچشمہ (تیمم) سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اس طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب وتواں ہو گئے۔ اس معرکہ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا مگر فرزندان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا۔ اور ان کے عزم واستقلال میں فرق نہ آیا۔ حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کا بھیانک گھٹاؤں

سے نہ ڈرا۔ اور طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش نہ ہوئی۔ دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا۔ دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام یزید کی بیعت کر لیں۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا۔ آپ کا کمال احترام کیا جاتا تھا۔ خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دل حب دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتون ہوتا ہے۔ جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام نے راحت دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی اور وہ راہ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا۔ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارا نہ فرمائی۔ اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہو سکا۔

☆☆☆☆☆☆☆

دسویں محرم

٦١ ہجری کے دِلدوز واقعات

جس کسی طرح شکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں۔ لیکن تشنگان خونِ اہل بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے۔ اور حضرت امام کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل اخلاص کی باقی نہیں ہے۔ نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلا دی گئی تا کہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام نے اپنے تمام رفقاء اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز با جماعت نہایت ذوق وشوق تضرع و خشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لئے۔ زبانوں نے قرات وتسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے۔ دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے۔ امام عالی مقام اور انکے تمام رفقاء اہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں' ایک قطرہ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا۔ بھوک پیاس سے جس قدر ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی' تیز دھوپ' گرم ریت' گرم ہوائیں' انہوں نے ناز پروردگان آغوش رسالت کو کیسا پژمردہ کر دیا ہوگا۔

ان غریبان وطن پر جور و جفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیرو تر تیغ و سناں سے مسلح صفیں باندھے موجود جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

حضرت امام نے عرصۂ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ:

"خون ناحق حرام اور غضب الٰہی کا موجب ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے کسی کا گھر نہیں جلایا۔ کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طلبگار نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں۔ تم کیوں میری جان کے درپے ہو۔ اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو۔ روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہو گا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشم کرم کا منظور نظر ہوں۔ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں۔ میں انہیں بتول و زہرا کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرور عالم علیہ السلام نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں۔ میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو"

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمایئے۔

حضرت امام نے فرمایا کہ:

"میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی [illegible]

طرف سے کوئی تدبیر نہ رہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بمجبوری و ناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی"

ہنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدظن نے حضرت امام سے کہا کہ اے حسین تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگا دی۔ حضرت امام عالی مقام علیٰ جدہ علیہ السلام نے فرمایا: **کذبت یا عدو اللہ** اے اللہ دشمن خدا تو کاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔

مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا۔ انہوں نے حضرت امام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر و تحمل اور تقویٰ اور راستبازی اور عدالت و انصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب جنگ کے لئے مجبور کئے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے بے باکوں نے کمال بے ادبی و گستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جان نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضے میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تاکہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے۔ اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحت قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے۔ اور تیرے سوز جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں' اب تو دیکھ' یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ یا رب عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتش عذاب میں مبتلا کر۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کی اور فرمایا:

"اے پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی"

حضرت امام کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صف اعداء میں سے ایک اور بے باک نے

کہا کہ آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام کے لئے بہت تکلیف وہ تھا۔ آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یا رب اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلان بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔

ایک شخص مزنی نے امام کے سامنے آ کر کہا کہ:

''اے امام دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا۔ اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے''

حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانَا

یا رب اس کو پیاسا مار

امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا' مزنی گرا' گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب آئی۔ اس شدت کی غالب ہوئی کہ **العطش العطش** پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک اسی شدت پیاس میں مر گیا۔

فرزند رسول کو یہ بات بھی دکھا دینی تھی کہ اس کی مقبولیت بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب ومنزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیث شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے۔ اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنا دیا۔ اور نیزے باز لشکر اعدا سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر و تبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام

سے مبارز کے طالب ہوئے۔

حضرت امام اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا۔ لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے انہوں نے اصرار کئے حضرت کے درپے ہو گئے اور کسی طرح حاضر نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان اہل بیت کا کوئی بچہ میدان میں جائے۔ حضرت امام کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں۔ اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جاندار فرزندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔ یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خوگلرخ جوان تھے اٹھتی جوانی اور عنفوانی شباب امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساط عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس مشفق ماں نے پیارے بیٹے کو گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع و فرمانبردار ہوں گا آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا۔ میری پیاری ماں میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔

اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی۔ اور کہنے لگی! ۔ فرزند دلبند میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے

گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے۔ تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے۔ ایک دم تیری جدائی اور ایک لحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہوسکتا

چو در خواب باشم توئی در خیالم
چو بیدار گردم تو در ضمیرم

اے جان مادر میں نے تجھے اپنا خون جگر پلایا ہے۔ آج مصطفیٰ کا جگر گوشہ خاتون جنت کا نونہال' دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے' پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے۔ اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے۔ اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول تو حسین کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا اے مادر مہربان' خوبی نصیب' یہ جان شہزادہ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کرلیں۔ میں دل و جان سے آمادہ ہوں' ایک لحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے' وہ اگر صبر نہ کر سکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں' مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔

وہب نے کہا' پیاری ماں' امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جان نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جا سکتا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول میداں کربلا میں بے یار و مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں یہ سن کر نئی دلہن نے امید

بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی' اے میرے آرام جاں افسوس ہے کہ اس جنگ میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی۔ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس اس سعادت میں میرا حصہ نہیں تیرے ساتھ میں بھی ان جان جہاں پر جان قربان کروں۔ ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کر جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا' یا ابن رسول اللہ! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور بہشتی حسین کمال اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جان نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں' نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کر سکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو۔ اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں۔ اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امام کے سامنے یہ تمام عہد ہو گئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔

وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا۔ لشکر اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر وسوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے۔ ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آ رہا ہے۔

امیر حسین و نعم الامیر

لہ لمعۃ کالسراج المنیر

این چہ ذوقست کہ جاں می بازد ۔۔۔ وہب کلبی بسگ کوئے حسین
دست او تیغ زند تا کہ کنند ۔۔۔ روئے اشرار چوگیسوئے حسین

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا۔ کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا۔ گرد و پیش خودسروں کے سروں کا انبار لگا دیا۔ اور ناکسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبان حال کہتی تھی۔

جان زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بدرد آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تعجیل کناں رفت
دں نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزۂ جاں شکار لے کر معرکہ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا۔ اس وقت میدان میں اعدا کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا۔ اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔ وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا۔ جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر ٹپک دیتا۔ یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا تلوار میاں سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں۔ جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمرو بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبارگی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ

نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دلان بدباطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا' بہادر بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی۔ پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا۔ اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گی اور اس کا طائر روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اسکنکما اللہ فرادیس الجنان واغرقکم فی بحار الرحمة والرضوان (روضة الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جان نثار داد جاں نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بے قراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی کبھی وہ عمرو بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ عمرو بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں' بدن کانپ رہا ہے چہرہ زرد ہے' پریشانی کے آثار نمایاں ہیں دل دھڑک رہا ہے۔ ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور شجاع ہیں۔ آپ کے لئے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں' بارہا جنگ کے خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خوں آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے۔ حر نے کہا کہ اے برادر یہ مصطفیٰ کے فرزند سے جنگ ہے۔ اپنی عاقبت سے لڑائی ہے۔ بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں۔ دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام کی آواز آئی فرماتے ہیں:

"کوئی ہے جو آج آل رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے"

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسین میری پہلی جرات سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں۔ کریم نے کرم سے بشارت دی ہے۔ جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیاز مندوں کے طریقوں پر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول فرزند بتول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مبارزت پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر نہیں آنے دیتی۔ آپکی کریمانہ صدا اسن کر امیدوں نے ہمت باندھی تو حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفو جرم فرمائیں۔ اور غلامان با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا:

"اے حر بارگاہِ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب عذر خواہ محروم نہیں جاتے وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی"

حر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا گھوڑا چمکا کر صف اعداء پر پہنچا۔ حر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا۔ اور حرص دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا اور اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمرو بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے جب میدان میں پہنچا' بھائی سے کہنے لگا بھائی تو میرے لئے خضر راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی' میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔

یہ واقعہ دیکھ کر عمرو بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے لئے بھیجا اور کہا کہ رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بھکا کر حر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچا دے۔ پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ لے آئے۔ وہ شخص چلا اور حر سے آ کر کہنے لگا' اے حر!

''اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کا ساتھ دیا۔ جن کے ساتھ نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے''

حر نے کہا:

''اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادای پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم کو ترجیح دی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس گلستان پر جان قربانی کرنے کی تمنا رکھتا ہوں' رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے''

کہنے لگا:

''اے حر! یہ تو میں خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے''

حر نے کہا:

''اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت!

اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب زبانی حر پر اثر نہیں کر سکتی۔ اہل بیت کی محبت اس کے قلب پر اتر گئی ہے۔ اور اس کا سینہ آل رسول علیہ السلام کی ولا سے مملو ہے کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر کھینچ مارا۔ حر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر ٹپک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے یکبارگی حر پر دوڑ پڑے۔ حر نے آگے بڑھ کر ایک

کا سر تلوار سے اڑا دیا دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا' اور حر نے اس کا تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ سینہ سے نکل گیا اب حر نے لشکر ابن سعد کے خیمہ پر حملہ کیا اور خوب' زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا' اور وہ جان باز صادق دادِ شجاعت دے کر فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے۔ ابھی رمق جان باقی تھی ابن زہراء کے پھول کی مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی' مشام جاں معطر ہو گیا' آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے۔ اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت داد شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے۔ اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بد باطن کی انہیں پر نظر ہے۔ یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام پر نثار ہیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی۔ ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا۔ یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جان نثاران امام نے اپنے صدق و جانبازی میں پروانہ و بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے۔ ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کو ان کو موقع دیا جائے عشق و محبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے۔ تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہِ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔

اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت و جوانمردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدل ازمنہ کے ہاتھ محو کرنے سے قاصر ہیں۔ اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے

علمبرداران شجاعت کو خاک وخون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے شیران حق کا موقع آیا۔ اور علی المرتضیٰ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولانگاہ بنایا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے۔ اسد اللہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش باری۔ بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا۔ اور خشک ریگستان نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا۔ ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا۔ ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوک سناں قضا کا فرمان۔ تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب و ضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں و ہراساں ہو گئے کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ کبھی میسرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ ساعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔ اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام پر جان قربان کرتے چلے جا رہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کے چمنستان کی دلکش فضا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندان امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا جب وہ مقابلہ کے لئے اٹھتے تھے تو معلوم تھا کہ قہر الٰہی آ رہا ہے۔ ان کا ایک ایک ہنرور صف شکنی و مبارز فگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر و سنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا۔ گردنیں

کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں، مگر کلمہ ناحق زبان پر نہ آنے دیا۔ نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔ اب حضرت امام کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں۔ میدان کی اجازت چاہتے ہیں۔ منت و سماجت ہو رہی ہے۔ عجیب وقت ہے۔ چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے۔ اور اس پر اصرار کرتا ہے، جس کی کوئی ہٹ، کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو کبھی پدر مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا۔ آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل جگر پر کیا اثر کرتی ہوگی۔ اجازت دیں تو کس بات کی؟ گردن کٹانے اور خون بہانے کی نہ دیں تو چمنستان رسالت کا وہ گل شاداب کھلایا جاتا ہے۔ مگر اس آرزومند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار و ناچار حضرت امام کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا۔ اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے۔ فولادی مغفر سر پر رکھا۔ کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پرورده سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا۔ اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ و قبیلہ برادر و فرزند سب شہید ہو چکے تھے۔ اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا مشکیں کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا۔ چہرہ کی تجلی نے معرکہ کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب — صبر دل خدیجہ پاک ارم قباب
لخت دل امام حسین ابن بوتراب — شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب — گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کے اٹھا جبھی نقاب — مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب — سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادہ جلیل علی اکبر جمیل — بستان حسن میں گل خوش منظر شباب

پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں! | شرمندہ اس کی نازکی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا | چمکا جو رن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پشت سمند پر | یا ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں | جرات نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب
چہرہ کو اسکے دیکھ کے آنکھیں جھک گئیں | دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو مضطراب
سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے | غیض و غضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
تیرہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں | یا اژدہا تھا موت کا یا اسوء العقاب
چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کر دیا | اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں | ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کا رلرزہ بر اندام ہو گئے | شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
کہ پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کر دیا | کی ضرب خود پر تو اڑا ڈالا تار کاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق بار تھا | یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا | آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب
پیاسا رکھا جنھوں نے انہیں سیر کر دیا | اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب

میدان میں اس کے حسن عمل دیکھ کے نعیم
حیرت سے بد حواس تھے جتنے تھے شیخ و شباب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشت سمندر پر جلوہ آرا تھا۔ چہرہ کی تابش ماہ وتاباں کو شرما رہی تھی۔ سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستان حسن بنا دیا ہے۔ جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہو رہی تھیں۔ سنبل کاکل سے خجل برگ گل اس کی نزاکت سے منفعل، حسن کی تصویر، مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی۔ یہ چہرہ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلاتا تھا۔ ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گل شاداب کے مقابلے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ اسد اللہی شیر میدان میں آیا صف اعدا کی طرف نظر کی ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی زبان مبارک سے رجز شروع

کی اَنَا عَلِیُّ ابْنِ حُسَیْنِ عَلِیّ نَحْنُ اَھْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ جس وقت شاہزادہ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیان ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا پتھر سے بدر جہا بدتر تھے جنہوں نے اس نو بادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمرو بن سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل ہرساں ہیں شان شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے کہنے لگا یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ صورت وسیرت میں اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی۔ اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقا زادے کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا سفلہ پن اور بد باطنی ہے لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام طمع و دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدروشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی شاہزادہ عالی قدر نے مبازر طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی۔ کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کے اے ظالمان جفا کیش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو' زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ مگر کسی کو ہمت تھی جو آگے بڑھتا کس کے دل میں تاب و تواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنانان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہ بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسن صبا رفتار کے مہمیز لگائی اور

صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا۔ جس طرف زد کی پرے پرے ہٹا دیئے۔ ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے۔ ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے ہر طرف شور برپا ہو گئے۔ دلاوروں کے دل چھوٹ گئے بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں کبھی نیزے کی ضرب تھی کبھی تلواروں کا وار تھا۔ شہزادہ اہل بیت کا حملہ نہ تھا۔ عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستان اہل بیت کے گل شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا۔ باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا ابتاہ العطش اے پدر بزرگوار پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے۔ تیز دھوپ اور اس میں جاں بازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا۔ دست شفقت سے چہرہ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزند ارجمند کے دہان اقدس میں رکھ دی۔ پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا۔ پھر صدا دی ''ہل من مبارز'' کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔ عمرو بن عاص نے طارق سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ اور بہادروں کا کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے۔ خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے۔ پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو

نے یہ کام انجام دیا تو عبداللہ ابنِ زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول اور اولاد بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول وقرار کیا۔

اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لئے چلا۔ سامنے پہنچتے ہی شہزادہ والا بتار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادہ عالی جاہ نے اس کا نیزہ ردفرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمال ہنر مندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اسکو روندھ ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمرو بن طارق کو طیش آیا۔ اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے ٹپکا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا' ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شہزادہ پر یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ شاہزادہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک پہنچا دیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے' کتنے پیچھے ہٹے آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی۔ پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا **العطش العطش** بابا پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام نے فرمایا:

''اے نور دیدہ حوض کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دست مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آ سکتی ہے نہ زبان بیان کرسکتی ہے''

یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے اس مرتبہ لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے۔ اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے۔ لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمن فاطمہ کا گل رنگین اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ پیہم تیغ و سنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں۔ اور فاطمی شہ سوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا۔ اس حالت میں آپ پشتِ زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاک کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے پدر بزرگوار مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں جا پہنچے اور جاں باز نونہال کو خیمہ میں لائے۔ اس کا سر گود میں لیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا:

''جان مانیاز مندان قربان تو باد اے پدر بزرگوار میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔ بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں''

یہ کہا اور جان' جان آفریں کے سپرد کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

اہل بیت کا صبر و تحمل اللہ اکبر! امید کے گل نوشگفتہ کو کملایا ہوا دیکھا اور الحمد للہ کہا' ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجا لائے مصیبت و اندوہ کی کچھ نہایت ہے۔ فاقہ پر فاقے ہیں۔ پانی کا نام و نشان نہیں۔ بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں۔ جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کئے گئے عزیز و اقارب' دوست و احباب' خادم' موالی' دلبند' جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے۔ جن کا کلمہ کلمہ تسکین دل و راحت جان تھا۔ وہ نور کی تصویریں خاک و خون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ آل

رسول نے رضا و صبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے بڑے سے لے کر بچے تک مبتائے مصیبت تھے۔

حضرت امامؑ کے چھوٹے فرزند علی اصغر جو ابھی کمسن ہیں شیر خوار ہیں، پیاس سے بے تاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں، ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس چھوٹے بچے کی ننھی زبان باہر آتی ہے۔ بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھاتے ہیں۔ نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بیکسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔ والدہ نے حضرت امام سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔ اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمان سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔

حضرت امام اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کے نذر کر چکا۔ اب اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔ جفا کاران سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا بجائے پانی کے ایک بدبخت نے تیر امارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا۔ بچہ نے تڑپ کر جان دی۔ باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا خون میں نہا رہا ہے اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلان بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی۔

لیکن جب امام اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں۔ سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ بے

قراری، گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا، حضرت امام سے دریافت کیا۔ فرمایا وہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت وکرم سے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَنَوَالِہٖ

رضا وتسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہوگا۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ کا راز ان پر منکشف ہو گیا ہوگا۔

حضرت امام عالی مقام کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جانثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور حضرت امام پر جانیں قربان کر گئے۔ اب تنہا حضرت امام ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین وہ بھی بیمار وضعیف۔ باوجود اس ضعف و ناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام کو تنہا دیکھ کر مصاف کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس کے ہمت دانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔

حضرت امام نے فرمایا:

''جان پدر لوٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو۔ کنبہ قبیلہ عزیز و اقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہ حق میں نثار کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سر راہ خدا میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں بے کسان اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا۔ جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری نسل کس سے چلے گی۔ حسینی

سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا۔ یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں دودمان رسالت ونبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو۔تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستفید ہوگی۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار وتجلیات کی زیارت کریں گے اے نور نظر لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے"

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

"میرے بھائی تو جان نثاری کی سعادت پا چکے۔ اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آغوش ورحم کرم میں پہنچے۔ میں تڑپ رہا ہوں۔

مگر حضرت امام نے کچھ پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا۔ اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے قبائے مصری پہنی اور عمامہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر پر باندھا۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر پشت پر رکھی۔ حضرت حیدر کرار کی ذوالفقار آبدار حمائل کی۔ اہل خیمہ نے اس منظر کو کن آنکھوں سے دیکھا۔ امام میدان جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور ان کا سردار ان سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہوتا ہے ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلا رہی ہے۔ ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں۔ بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے۔ سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کی آخری دیدار کر رہی ہیں۔ آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں۔ اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں۔ حسرت ویاس کی تصویریں کھڑی ہوئی ہیں نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ خاندان مصطفیٰ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے

رحمت وکرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی پر صابر وشاکر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپرد خدا کر کے میدان کی طرف رخ کیا۔ اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر عثمان وعون وجعفر وعباس جو حضرت امام کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں۔ علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصول شہادت کی تمنا میں بے چین تھے تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعداء کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا۔ امید زندگانی وتمنائے زیست کا گرد وغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا۔ جب دنیا وآسائش حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتاب حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہو گئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہو گئی۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گراں نبرد آزما لشکر گراں سامنے موجود ہے۔ اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پرکاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی۔ اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی وناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''اے قوم خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے جان دینا' جان لینا سب اس کے قدرت واختیار میں ہے اگر تم خداوند عالم جل جلالہٗ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم ہو گی۔ اعمال کا حساب کیا جائے گا میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کا مغفرت کا ذریعہ ہے۔ اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے

میرے اور میرے جاں نثاروں کے خون ناحق کا بدلہ چاہیں گے۔ تم میرے اہل و عیال اعزہ و اطفال اصحاب و موالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری و قیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپئے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہیں۔ الاحکم اللہ و رضینا بقضاء اللہ"

حضرت امام کی زبان گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے۔ کہ وہ برسر ظلم و جفا ہیں اور حمایت باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی کی ہے۔ اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنان حق کے لئے آخرت کی رسوائی و خواری کا موجب ہے۔ اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا۔ اور ظالمان بد باطن نے بھی ایک لمحہ کے لئے اس سے اثر لیا۔ ان کے بدنوں پر ایک پھریری سی آ گئی اور ان کے دلوں میں ایک بجلی سی چمک گئی۔ لیکن شمر وغیرہ بد سیرت و پلید طبیعت رذیل کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام کو انجام معلوم تھا۔ لیکن یہ تقریر اقامت حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور نظر، خاتون جنت فاطمہ زہرا کا لخت جگر بیکسی، بھوک پیاس کی حالت میں آل و اصحاب کی مفارقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے۔ تمام حجتیں قطع کر دی گئیں۔ اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا

جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس و تنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔

جب حضرت امام نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلان بد باطن کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خون ناحق وظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو۔ اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو۔ بھیجو' مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابن زہرا کے مقابل تلوار چمکا تا آتا ہے۔ امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔ غرور و قوت میں سرشار ہے۔ کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہے۔ آتے ہی حضرت امام کی طرف تلوار کھینچتا ہے۔ ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام نے ضرب فرمائی سر کٹ کر دور جا پڑا۔ اور غرور و شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلے میں ہنر مندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادران کوہ شکن شام و عراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے۔ اور مصر و روم میں' میں شہرہ آفاق ہوں دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں۔ آج تم میرے زور و قوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔

ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے۔ صدموں نے ضعیف کر دیا ہے۔ ایسے وقت امام پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سیاہ شام کا گستاخ جفا جو سرکشانہ گھوڑا کودتا سامنے آیا۔ حضرت امام نے فرمایا:

> ''تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے ہوش میں ہو۔ اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ حسین کو کمزور و بیکس دیکھ کر حوصلہ بندیوں کا اظہار کر رہے ہو۔ نامردو میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں''

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام پر تلوار کا

وار کیا۔ حضرت امام نے اسکا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری۔ معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت کے سوا اب ادھر تو کوئی باقی ہی نہ رہا۔ کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت' دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی تھی' بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے کوئی تو کامیاب ہوگا اس طرح نئے نئے ومبدم شیر صولت' پیل پیکر' تیغ زن حضرت امام کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلم تراش دیا۔ خود و مغفر کاٹ ڈالے جوشن و آئینے قطع کر دیئے۔ کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر ٹپک دیا کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمین کربلا میں بہادران کوفہ کا کھیت بو دیا۔ نامور ان صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرما دیا۔ نعشوں کے انبار لگ گئے بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آ گئے۔ لشکر اعداء میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ و یتیم بنا کر چھوڑے گا۔ اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جا سکے گا۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرد مایگان روباہ سیرت حضرت امام کے مقابلہ میں عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھا گئی اور ہزاروں نوجوان دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا۔ اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آ گئے کہ امام کے حملہ جانستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح باد خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور ان کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں' ہیچ ہیں' کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی۔ تمام نامور ان کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوانکے ہاتھ سے جان نہ بچا سکیں۔ تاریخ عالم میں ہماری

نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالم کرتا رہے گا۔کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے۔ اور جب خوب زخمی ہوچکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے۔گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی۔ ناچار حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تن ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے۔نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ بےشرم کوفیوں نے سنگ دلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا' یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی۔ یہ سیمائے نور حبیب خدا کے آرزومندان جمال کا قرار دل ہے بےادبان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور اس جبین پر ضیا کو تیر سے گھائل کیا حضرت کو چکر آیا اور گھوڑے سے نیچے آئے۔اب مردان سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا' نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہو کر زمین پر گر پڑے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ظالمان بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔اور حضرت امام کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں کیا دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔خولی ابن یزید پلید نے یا شبل یا ابن یزید نے بڑھ کر سر اقدس کو تن مبارک سے جدا کیا۔

صادق جانباز نے عہدوفا پورا کیا۔اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ' اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی سوکھا گلا کاٹا گیا' اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی۔ سر و تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم دے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی۔ اور ریگستان کوفہ کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے لئے نقوش ثبت فرمائے۔ اعلی اللہ تعالٰی مکانہ و اسکنہ بحبوحۃ وامطر علیہ

شبابیب رحمة ورضوانہ کربلا کے بیابان میں ظلم وجفا کی آندھی چلی مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادسوم کی نذر ہو گئے۔ خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا۔ کونین کے متاع بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہو گئے۔ فرزندان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ مظلوم بچے اور بیکسن بیبیاں گرفتار کئے گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں حضرت امام نے اس دار ناپائدار سے رحلت فرمائی۔ اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابنِ زیاد بدنہاد نے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا۔ اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا۔ پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہداء کے سروں کو اسیران اہل بیت کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی یزید کے پاس دمشق بھیجا۔ یزید نے سر مبارک اور اہل بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا۔ اور وہاں حضرت امام حسن کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اس واقعہ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ پہنچا' اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام بیہقی اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر وگیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا۔ میں نے عرض کیا اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے۔ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں کا خون ہے میں اسے آج صبح سے اٹھا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام اسی وقت شہید کئے گئے۔ حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ ایک حدیث روایت کی انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک و ریش اقدس پر گرد و غبار ہے عرض کیا' جان ما کنیز!! نثار تو باد یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا

ابھی امام حسین کے مقتل میں گیا تھا۔ بیہقی ابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کئے گئے تو آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔ بیہقی ابونعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہو گیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا۔ اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کیا کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام میں ایک اونٹ پایا اور امام کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا۔ اور پکایا تو اندرایں کی طرح کڑوا ہو گیا اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔

ابونعیم نے سفیان سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام کی شہادت کے دن میں نے دیکھا رس (کسم) راکھ ہو گیا اور گوشت آگ ہو گیا۔

بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے زمانے میں جوان لڑکی تھی، کئی روز آسمان رویا، یعنی آسمان سے خون برسا بعض مورخین نے کہا کہ سات روز تک آسمان خون رویا۔ اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا:

مسح النبیّ جبینہ	فلہ بریق فی الخدود
اس جبین کو نبی نے چوما تھا	ہے وہی نور اس کے چہرے پر
اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْش	جَدُّہٗ خیر الجُدود

اس کے ماں باپ برترین قریش   اس کے نانا جہاں سے بہتر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کے کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ میں نے اپنی لونڈی کو بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہو گئے جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے۔

الایاعین فابتھلی بجھد   ومن یبکی علی السھداء بعدی
ہو سکے جتنا رولے تو اے چشم   کون روئے گا پھر شہیدوں کو

علی رھط تقودھم المنایا   الی متجبر فی ملك عھدی
پاس ظالم کے کھینچ کر لائی   موت ان بیکسوں غریبوں کو

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں۔ واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ نیزے پر لے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

اِنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۔

اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی۔ بزبان فصیح فرمایا:

اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ ۔

''اصحاب کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا عجیب تر ہے''

درحقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام کو ان کی جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا۔ پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا آل و اصحاب کو حضرت امام کے سامنے شہید کیا۔ پھر خود حضرت امام کو شہید کیا' اہل بیت کو اسیر کیا۔ سر مبارک شہر شہر پھرایا' اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے۔

یہ ضرور عجیب ہے مگر سر مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابو نعیم نے بطریق ابن الہیعہ ابی جنبل سے روایت کی کہ حضرت امام کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سر مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرمہ پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے یہ شعر لکھا

اَتَرْجُوْا اُمَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا   شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دیر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسی ہزار درہم دے کر سر مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا عطر لگایا' ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا۔ اور رحمت الٰہی کے جو انوار سر مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیاء نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لئے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

''اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں''

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا۔ تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی۔ شہادت امام کے دن آفتاب کو گرہن لگا۔ ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے آسمان رویا' زمین روئی' ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی۔ راہب تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے فرزند رسول جگر گوشۂ بتول' سردار قریش امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک ابنِ زیاد متکبر کے سامنے طشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے اہل بیت اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں' ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھیرایا جائے۔ اور وہ یزید

پلید کے سامنے لا کر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو اس کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا۔ اس پر اس نابکار نے اظہار ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کے لئے تھی دل تو اس ناپاک کا اہل بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا حضرت امام پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے صبرو رضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ راہ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے یہ کمال شہادت و جانبازی ہے اور اس میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق و صداقت پر استقامت و استقلال کی بہترین تعلیم ہے۔

واقعات بعد از شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے تاعدگیوں کے لئے ایک زبردست محتسب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آئے گا۔ اور اس کی کج روی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے۔ اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ تعزیر ہر وقت اس کے سر گھوم رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لئے حضرت امام کی شہادت اس کے لئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کھیلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی۔ زنا لواطت' حرام کاری' بھائی بہن کا بیاہ' سود' شراب' دھڑتے سے رائج ہونے نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ تمرد سرکشی انتہا کو پہنچی۔ شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بائیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا۔ یہ ۶۲ھ کا واقعہ ہے اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسایگان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے۔ سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا لڑکوں کو قید کر لیا۔ ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے تین دن تک لوگ مسجد شریف میں نماز سے مشرف نہ ہو سکے صرف حضرت سعید ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ بن غسیل نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر

پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں پھر یہ لشکر شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مر گیا۔ اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجنیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ سی چھت میں اسی دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے۔ جو سیدنا حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتل جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی حضرت ابن زبیر نے ندا دی کہ اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہ ناحق پژدہ خائب و خاسر ہوا اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز، یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول ۶۴ھ میں یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ ہوا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روندوا دیا جس سے اس کے سینے اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام کے قاتلوں میں سے ہے۔ اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا۔ جس نے حضرت امام پر مظالم کے طوفان توڑے۔ آج ان ظالمان ستم شعار و مغرور ان نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا ہے مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنان امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی — ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی

اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی — کیسی سزا تجھے ابھی اے نا سزا ملی

اے تشنگان خون جوانان اہلبیت — دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی

کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کئے — گھوڑے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی

رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے — مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا بوستاں — تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بددعا ملی

دنیا پرستو! دیں سے منہ موڑ کر تمہیں — دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی

آخر دکھا رنگ شہیدوں کے خون نے سرکٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دن سزا ملی

اس کے بعد مختار ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمرو بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سنکر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا لاشیں جلا ڈالیں۔ گھر لوٹ لئے۔ خولی بن یزید وخبیث ہے جس نے حضرت امام عالی مقام کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا۔ آخر آگ میں جھونک دیا۔ اس طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

ابن زیاد کی ہلاکت

عبداللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا۔ اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپکے اہل بیت کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں۔ یہی ابنِ زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو دے کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابنِ زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھی بھاگ گئے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابنِ زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے

دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابنِ زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون ناحق نے ابنِ زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ وہی جگہ ہے خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ جس وقت ابنِ زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اور اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں پر پھرا پھر جب عبداللہ ابنِ زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا۔ اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

ابنِ زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، نستان ابن انس نخعی، عبداللہ ابن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیاء جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔

حدیث شریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے کہ خون حضرت امام کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے وہ پورا ہوا دنیا پرستاران سیاہ باطن اور مغروران تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنان حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے۔ سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ یزید اور ابنِ زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام ہی کا وجود ہمارے لئے عیش دنیا سے مانع ہے، یہ نہ ہوں تو تمام کرہ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے۔ اور ہزاروں برس کے لئے ان کی حکومت کا جھنڈا اگڑ جائے مگر ظلم کے

انجام اور قہر الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگان اہل بیت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ خون شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے۔ ایک ایک شخص جو قتل امام میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگا وہی فرات کا کنارہ ہوگا وہی عاشورہ کا دن' وہی ظالموں کی قوم ہو گی اور مختار کے گھوڑے انہیں روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ گھر لوٹے جائیں گے۔ سولیاں دی جائیں گی' لاشیں سڑیں گی دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا۔ اس ہلاکت پر خوشی منائے جائے گی۔ معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہوگی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہوگی جہاں پائے جائیں گے۔ مار دیئے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت میں ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔

حضرت امام کی شہادت حمایت حق کے لئے ہے اس راہ کی تکلیفیں عزت ہیں۔ اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی دم آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اسکو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اس کے پائے ثبات استقلال کو لغزش نہ ہوئی اس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا۔ حق و صداقت کا ناقابل فراموش درس دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ فیض نبوت کے پرتو سے حقانیت کی تجلیاں ان باطنوں کے رگ و پے میں ایسی جاگزیں ہوگئی ہیں کہ تیر و تلوار اور تیر و سنان کی ہزار گہرے گہرے زخم بھی ان کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دلکش منظر ان کی چشم حق بین کے سامنے اس طرح روشن ہے کہ آسائش حیات کہ وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ اسیر کئے گئے اور لوہے کی بھاری قید و بند کا بار گراں ان کے تن نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ

دار متعین کر دیئے گئے زہری اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بار مصائب دل کو گوارا نہیں ہے۔

اس پر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' کہ تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید و بندش سے مجھے کرب و بے چینی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکر ہے اور عذاب الٰہی کی یاد ہے۔ یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انہیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسائش وجود' گھر بار مال و متاع سب سے رضائے الٰہی کے لئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ
وَّآلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ